ہفت روزہ
لاہور
خدام الدین
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
استقلال و محرم نمبر
۱۴/۱۷ اگست ۱۹۵۶
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

یومِ عاشوراء

از حضرت محمد جمیل تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد - لاہور

۱۰ محرم الحرام عاشوراء وہ مبارک دن ہے کہ جس میں حق تعالےٰ کی طرف سے خاص بندوں کی کسی آزمائش کے بعد انعام خاص ہُوا - (۱) آدم علیہ السّلام کی توبہ اسی دن قبول ہوئی (۲) فجر کی سب سے پہلی نماز جو آدم علیہ السلام نے قبول توبہ کے شکریہ میں پڑھی تھی اسی دن ہوئی - (۳) حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش اسی دن ہوئی (۴) نوح علیہ السّلام کی کشتی اسی دن جودی پہاڑ پر اتری - اور تمام مسلمانوں کو طوفانِ عظیم سے نجات حاصل ہوئی - سب نے شکریہ میں روزہ رکھا (۵) حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو فرعون کے لشکر سے نجات اور دریا کا عبور اسی دن ہُوا - اور آپ نے روزہ رکھا - (۶) حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب آ رہا تھا - آثار دیکھ کر توبہ کی گئی - وہ توبہ اسی دن قبول ہوئی اور نجات مل گئی -

اور انبیاء علیہم السّلام کی نبوت دوسرے نبی تک خاص خاص خطوں اور لوگوں تک تھی - اس لئے یہ عارضی انعامات پھر غیر اختیاری آزمائشیں اور ذرا کٹھن آزمائشیں تھیں - ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہمیشہ کے لئے ہے اور سب سے افضل ہے اس لئے اس امت کی آزمائش بھی سخت اور اختیاری بھی ہے اور ہمیشہ کیلئے ہمیشہ کے انعامات کا سبب ہے یعنی یوم عاشوراء کا روزہ اور اس کا ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہونا - حضورؐ نے روزہ رکھا معلوم ہوا یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا اگلے سال زندہ رہا تو ۹ تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا مگر پھر اگلا محرم زندگی میں نہ آنے پائے گا اس لئے ہمارے لئے دو روزے سنت ہیں - ۹ اور ۱۰ تاریخ - دوسرا الزام اسی تاریخ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسینؓ کی شہادت ہے - اور اس میں تاریخیں اس امت خیر الامم کے لئے نتائج خیر

کے کئی درس ہیں -

کافروں اور دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے شہادت کا اصلی راز آج تاریخوں میں نایاب ہے - غلط تاریخیں لکھی لکھائی گئی ہیں - ان سے متاثر ہو کر لوگ طرح طرح کی الجھنوں میں مبتلا ہو گئے - بہت سے گمراہ ہو گئے - بہت بدگمان اور بے راہیوں پر اتر آئے - اور اس دن کے اسلامی کاموں کو خود اسلام کو بدنام کر نیوالی حرکات کا مجموعہ بنا کر رکھ دیا ہے اس لئے مختصر طریق سے اصل صحیح واقعہ اسباب اور پھر اپنی حرکات پیش کرتا ہے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم کہاں سے کہاں نکل گئے کیا ہونا چاہیئے تھا اور کیا ہو رہا ہے غیر مسلم جاسوسوں نے ہم میں گھس کر ہم کو دینِ اسلام سے کیسا منحرف کر دیا ہے -

اصل مسئلہ ایک اختلافی مسئلہ ہے کہ کسی فاسق فاجر کو اسلام کا امیر المومنین بنانا جائز ہے یا نہیں - حضرت معاویہؓ اور ان کے ہم مسلک حضرات اس کو ایک شرط سے جائز قرار دیتے تھے - کہ تنفیذ احکام تو اس کا کام ہوگا مگر احکام کا حاصل کرنا علمائے دین اور اتقیائے امت سے ضروری ہوگا - اور اسی اصول کو آج تک دنیا نے اختیار کر رکھا ہے - اور حضرت امام کا اور ان کے ہمخیال بزرگوں کا نظریہ یہ تھا کہ فاسق کو امیر المومنین بنانا اسلام و اسلامیات کے لئے خطرناک ہے - اس شرط سے بھی امیر بنانا جائز نہیں اور کوئی بنا دے گا تو وہ امیر ہی نہ ہوگا -

حضرت معاویہؓ نے اہل حل و عقد سے مشورہ لیا - یزید کی انتظامی و سیاسی لیاقت کو دیکھتے ہوئے اس شرط کے ساتھ کہ وہ احکام اہل علم و تقویٰ سے حاصل کرے شورائی مجلس نے یزید کو امیر نامزد کر دیا - اور یزید نے بیعت لینی شروع کر دی - جن جن حضرات کے نزدیک اس شرط سے امیر بنانا جائز تھا - انہوں نے دستِ بیعت بڑھا دیا - جن کے نزدیک جائز نہ تھا - وہ اس سے برطرف رہے -

اسلامی اٹل قانون ہے مسلم شریف کی حدیث ہے - حکم ہے کہ جب تم میں کوئی کسی خلافِ حق بات کو دیکھے تو اس کو قوت سے بدل ڈالے اور اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے خلاف کرے اگر یہ بھی قدرت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے - جمع الفوائد میں یہ حدیث ہے - سید الشہداء حمزہؓ ہیں اور وہ شخص ہے جو حاکم جابر کے سامنے حق بات کہے اور وہ اسے قتل کر دے -

جبتک حضرت امام کو قوت سے بدلنے کی قدرت نہیں تھی جس طرح اور حضرات زبانی خلاف کرتے تھے - آپ بھی زبانی خلاف پر اکتفا کرتے رہے - جب کوفہ والوں نے قوت و طاقت کا یقین دلایا آپ نے اسلام کو اس فسق و فجور کے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

خطبہ جمعہ

باشندگان پاکستان کی ذمہ داری

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

قولہ تعالیٰ :- یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۵ سورۃ الصف رکوع ۱

اے ایمان والو - وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں - اللہ کے ہاں بہت غصے کی بات ہے کہ جو کہو سو کرتے نہیں تم۔

برادران اسلام! آپ کو یاد ہے - کہ پشاور سے لیکر کلکتہ اور کوئٹہ سے لے کر بمبئی تک یہ ملک انگریز کے قبضہ میں تھا - جب اپنی مجبوریوں کی بنا پر انگریز اس ملک سے دستبردار ہونے لگا - تو صوبہ سرحد صوبہ پنجاب - صوبہ سندھ اور بلوچستان نے اس سے یہ مطالبہ کیا کہ ہمیں ملک کا ایک حصہ علیحدہ کر دیا جائے - تاکہ اس خطہ ملک میں ہم اپنی علیحدہ اسلامی حکومت قائم کریں۔ علیحدگی کے وجوہ ہم نے انگریز کے سامنے یہ پیش کئے تھے کہ ہندوؤں سے ہمارا مذہب جدا ہے - ہماری تہذیب جدا ہے - ہمارا تمدن جدا ہے - وغیرہ وغیرہ — اس لئے ہمارا ملک بھی ہندوؤں سے جدا ہونا چاہیئے - ملک کی علیحدگی کے مسئلہ پر ہم مسلمانوں نے اتنا اصرار کیا - اور اتنا زور دیا - کہ انگریز کو ہمارا مطالبہ ماننا پڑا - اور ہمیں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ملک کے ایک حصے پر قبضہ مل گیا - جس کا نام ہم نے پاکستان رکھا - والحمدللّٰہ علیٰ ذالک -

ہمارا فرض اس کے بعد ہمارا فرض ہے - کہ ہم بقول شخصے ۔

"قولِ مرداں جانے دارد"

اس ملک میں اپنے مذہب اسلام - اپنی تہذیب اسلامی - اپنے تمدن اسلامی کو تازہ - سربلند اور سرفراز کر دکھائیں - تاکہ عنداللہ و عندالناس ہم بات کے سچے اور وعدہ کے پکے ہونے کا ثبوت دیں - قرآن مجید میں بھی ہمیں اپنے وعدہ کے پورا کرنے کا سخت حکم دیا گیا ہے ارشاد ہے :-

اَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا ۵ عہد کو پورا کرو بیشک عہد کے متعلق دربارگاہ الٰہی میں سوال کیا جائیگا کہ کیا پورا کیا تھا یا نہ) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴

پاکستان ہر باشندے کا اس عہد کا پورا کرنا - اور اسے عمل میں لا کر دکھانا فرض ہے - خواہ مرد ہو یا عورت - امیر ہو یا غریب محکوم ہو یا حاکم - جاہل ہو یا عالم - زمیندار ہو یا دستکار ، غرضیکہ ہر ایک باشندۂ پاکستان کے ذمہ فرض ہے - کہ وہ اپنے متعلقہ احکام اسلامی کو عملی جامہ پہنائے - تاکہ ہر فرد پاکستان کے اسلامی رنگ میں رنگے جانے کے باعث یہ ملک صحیح معنے میں پاکستان کہلائے - جس طرح کہا جاتا ہے - " قطرہ قطرہ بہم شود دریا "

اب میں چند چیزیں پیش کرنا چاہتا ہوں - جن کے عمل میں لانے سے پاکستان صحیح معنی میں پاکستان بن جائے گا -

پہلی چیز

شرک سے بازآئیں چار قسم کے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں۔

برادران اسلام :- آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو محض اپنی عبادت یعنی پرستش کے لئے پیدا کیا ہے - چنانچہ قرآن مجید میں اعلان ہے :-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۵ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے

مگر انسان کی تاریخ حیات جو قرآن مجید نے بتلائی ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا چار قسم کے اور معبود بناتے رہے - اسی جرم کی بناء پر ان کی دنیا بھی برباد ہوئی - اور آخرت میں بھی ناکام و نامراد رہیں گے - اور وہ معبود یہ ہیں - نفس پرستی - علماء پرستی - پیر پرستی - حاکم پرستی - جب ہم ان چاروں قسموں کی پرستش سے تائب ہو جائیں گے - اور شرک جیسی نجاست سے ہمارے دل پاک ہو جائیں گے - تب سمجھا جائے گا کہ ہم سچا اور کھرا کلمہ پڑھتے ہیں - اور یہ کہنا بجا ہو گا چونکہ اس ملک میں وہ لوگ بستے ہیں - جن کے دل بالکل پاک ہیں - اس لئے اس کا نام پاکستان ہے قرآن مجید میں ان چاروں قسم کے معبودوں کا ذکر ملاحظہ ہو -

(۱) نفس پرستی فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَھْوَآءَھُمْ ۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوٰہُ بِغَیْرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰہِ ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۵ پھر اگر نہ مانیں تیرا کہنا تو جان لو کہ وہ صرف اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلے بیشک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا - سورۃ القصص رکوع ۵

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ۔ فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰہِ ۔ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ۵ بھلا آپ نے اس کو بھی دیکھا جو اپنی خواہش کا بندہ بن گیا اور اللہ نے باوجود سمجھ کے اسے گمراہ کر دیا - اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر کر دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت کر سکتا ہے - پھر تم کیوں نہیں سمجھتے - سورۃ الجاثیہ رکوع ۳

ان آیات کا نتیجہ (۱) جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے نفس کو معبود بنا لیا وہ سب سے بڑا گمراہ ہے -

۲ - وہ ظالم ہے -

۳ - ایسے شخص کے کانوں پر گمراہی کی مہر لگ جاتی ہے

۴ - ایسے شخص کے دل پر " " مہر لگ جاتی ہے

۵ - اس کی آنکھوں پر (گمراہی) کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے - کہ وہ دیکھ ہی نہیں سکتا -

۶ - جب دروازہ الٰہی سے دھتکارا گیا - تو اب اسے اور کسی جگہ سے ہدایت مل ہی نہیں سکتی -

دعا :- اے اللہ ! ہم پاکستانیوں کو نفس پرستی کے گناہ سے بچا - اور اس کے مہلک نتائج سے محفوظ فرما - اور اپنا خالص بندہ بننے کی توفیق عطا فرما - آمین یا اللہ العالمین -

(۲) علماء پرستی اور (۳) پیر پرستی

قولہ تعالےٰ :- اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۔ وَمَآ اُمِرُوْآ اِلَّا لِیَعْبُدُوْآ اِلٰھًا وَّاحِدًا ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۵ انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی - حالانکہ انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں - اس کے سوا کوئی معبود نہیں - وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے سورۃ توبہ رکوع ۵

اس آیت پر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

ان کے علماء و مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیتے - خواہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہہ دیتے - اسی کو سند سمجھتے - کہ بس خدا کے ہاں ہم کو چھٹکارا ہو گیا - کتب سماویہ سے کچھ سروکار نہ تھا - بعض احبار و رہبان (فقراء) کے احکام پر چلتے تھے - اور ان کا یہ حال تھا - کہ تھوڑا سا مال یا جاہی فائدہ دیکھا - اور حکم شریعت کو بدل ڈالا - جیسا کہ دو تین آیتوں کے بعد مذکور ہے پس جو منصب خدا کا تھا - (یعنی حلال و حرام کی تشریع) وہ علماء و مشائخ کو دے دیا گیا تھا - اس لحاظ سے فرمایا - کہ انہوں نے عالموں اور

درویشوں کو خدا ٹھہرا لیا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے۔ اسی طرح کی تشریح فرمائی۔ اور حضرت حذیفہ رضؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔" حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں " عالم کا قول عوام کو سند ہے۔ جب تک وہ شرع سے سمجھ کر کہے۔ جب معلوم ہو کہ خود اپنی طرف سے کہا۔ یا طمع وغیرہ سے کہا۔ پھر سند نہیں "

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے ایمان والو! بہت سے إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ عالم اور فقیر لوگوں کا مال وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ ناحق کھاتے ہیں۔ اور اللہ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ کی راہ سے روکتے ہیں وَيَصُدُّونَ عَنْ (سورۃ التوبہ رکوع ۵) سَبِيلِ اللَّهِ ؕ

اس آیت پر مولانا شبیر احمد صاحب مرحوم کا حاشیہ "یعنی روپیہ لے کر احکام شرعیہ اور اخبار الٰہیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ ادھر عوام الناس نے انہیں جیسے پہلے گذرا۔ خدائی کا مرتبہ دے رکھا ہے۔ جو کچھ غلط سلط کہہ دے۔ وہی ان کے نزدیک حجت ہے۔ اس طرح یہ علماء و مشائخ نذرانے وصول کرنے ٹکے بٹورنے اور اپنی سیاست و ریاست قائم رکھنے کے لئے عوام کو مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر راہ حق سے روکتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اگر عوام ان کے جال سے نکل جائیں۔ اور دین حق اختیار کرلیں۔ تو ساری آمدنی بند ہوجائے۔ یہ حال مسلمانوں کو سنایا۔ تاکہ متنبہ ہوجائیں "

عبرت — اے مسلمانان اسلام! سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کا ارشاد ہے:

لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ اے مسلمانو! تم پہلوں کے مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا طریقوں کی بالشت کے بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بالشت اور ہاتھ کے ساتھ بِذِرَاعٍ ہاتھ کی ضرور تابعداری کروگے

دوسری حدیث شریف میں ارشاد ہے۔ کہ آپ کی امت میں سے جو بہتر فرقے پہلوں یعنی یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلیں گے وہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ ہر عالم اور ہر پیر کے پیچھے نہ لگے رہیں۔ بلکہ فقط اس عالم کے سامنے زانوئے ادب تہ کریں۔ جو کتاب و سنت کی تعلیم دے۔ اور فقط اس پیر کو اپنا مقتدا بنائیں۔ جو کتاب و سنت کا پورا پابند ہو۔ اور جس کی صحبت میں رہ کر شریعت کی پابندی کی توفیق ہو۔

اور اگر ہم شریعت کی خلاف ورزی کریں تو وہ فوراً ہم پر گرفت کرے۔ ورنہ جو صوفی شریعت کے مخالف ہو۔ وہ خواہ آسمان پر اڑتا ہوا آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے۔ قبلہ عالم کہلائے۔ مگر ہمیں اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گناہ ہے۔ اور اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے۔ تو توڑنا فرض عین ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

حاکم پرستی (۴)

قولہ تعالےٰ: وَنَادَىٰ اور فرعون نے اپنی قوم فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ میں منادی کر کے کہدیا يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ اے میری قوم۔ کیا میرے مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ لئے مصر کی بادشاہت تَجْرِي مِنْ تَحْتِي نہیں۔ اور کیا یہ نہریں أَفَلَا تُبْصِرُونَ میرے (محل کے) نیچے سے أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا نہیں بہ رہیں۔ پھر کیا تم نہیں الَّذِي هُوَ مَهِينٌ دیکھتے۔ کیا میں اس سے وَلَا يَكَادُ يُبِينُ فَلَوْلَا بہتر نہیں ہوں جو ذلیل أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ ہے۔ اور صاف بات مِنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ بھی نہیں کرسکتا۔ پھر اس مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ کے لیے سونے کے کنگن فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ کیوں نہیں اتارے گئے إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا یا اس کے ہمراہ فرشتے فَاسِقِينَ ۝ فَلَمَّا آسَفُونَا پرے باندھے ہوئے آتے انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ۔ پس اس نے اپنی قوم فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ۔ کو احمق بنا دیا۔ پھر اس کے سورۃ الزخرف رکوع ۵ کہنے میں آگئے۔ کیونکہ وہ بدکار لوگ تھے۔ پس جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا۔ تو ہم نے ان سے بدلا لیا پس ہم نے ان سب کو غرق کردیا۔

حاصل یہ نکلا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتباع نہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ غضب الٰہی جوش میں آیا۔ اور فرعون کو ساتھیوں سمیت بحیرہ قلزم میں غرق کردیا۔

دعا

اللہ پاک ہم سب کو اپنا مخلص بندہ بنائے اور چاروں قسم کے معبودوں کی پرستش سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بقیہ اداریہ

(صفحہ ۳ سے آگے)

کا قانون نافذ کرنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ پھر ان سیاست دانوں کی نیتوں میں فتور آ گیا ہے۔ اور وہ پاکستان میں کتاب و سنت کا قانون رائج کر کے اس کو صحیح معنوں میں جمہوریہ اسلامیہ بنانا نہیں چاہتے۔

اس موقعہ پر ہم لوط علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ جو اب بھی فضا میں گونج رہے ہیں دہراتے ہیں۔

أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ

اے سیاستدانوں کیا تم میں ایک بھی اللہ کا ایسا نیک بندہ نہیں جو پاکستان کو صحیح معنوں میں جمہوریہ اسلامیہ بنا کر اس ملک سے رشوت۔ غبن چور بازاری اور ناجائز نفع اندوزی کی لعنتوں کو دور کر کے اس کو جنت کا نمونہ بنا دے۔ اگر آپ صرف تقریروں سے ان برائیوں کو دور کرنا چاہتے ہیں تو یقین جانئے کہ آپ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ اپنے عمل سے ثابت کیجئے کہ واقعی آپ ان برائیوں کو دور کر کے ان کی جگہ نیکیاں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو خدا را اپنے اور ملک و ملت پر رحم کیجئے۔ کرسیاں خالی کر دیجئے اور دوسروں کو موقعہ دیجئے۔ شاید وہ کچھ کر سکیں۔ اگر وہ کامیاب ہو گئے تو ممکن ہے ان کی وجہ سے تمہاری بھی نجات کا سامان بن جائے۔ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو توفیق مرحمت فرمائے۔ کہ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس خطہ زمین کو صحیح معنوں میں پاکستان بنانے میں دامے۔ درمے۔ قدمے اور سخنے حصہ لے سکے۔

آمین یا الٰہ العالمین

(ادارہ)

(از نازش رضوی)

موسم ہے پھر فتح سہانہ بڑھے چلو   نصرت ہے خود جلو میں روانہ بڑھے چلو

اس آن مل کے شانہ بشانہ بڑھے چلو   گاتے ہوئے خوشی کا ترانہ بڑھے چلو

آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھے چلو

پھر سامنے حریفِ بدانجام آگیا   نرغے میں آپ دشمنِ ناکام آگیا

مرغِ اجل رسیدہ تہِ دام آگیا   چوکے نہ آج کوئی نشانہ بڑھے چلو

آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھے چلو

لب پر مجاہدوں کا رہے ذکر ہر زماں   اسلاف کی ہر ایک کو ازبر ہو داستاں

بچے تو کیا ہو بوڑھوں کا احساس بھی جواں   دُہرا کے پھر "اُحد" کا فسانہ بڑھے چلو

آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھے چلو

وقتِ عمل ہے دوستو ہمت سے کام لو   ہنگامِ عزم و جہد ہے جرأت سے کام لو

اے صف شکن دلیرو شجاعت سے کام لو   اِک ساتھ مل کے یارو یگانہ بڑھے چلو

آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھے چلو

ہر سو عدو کی فوج میں پیدا ہے انتشار   لڑنے سے جی چراتا ہے ہر اک ستیزہ کار

دشمن خدا کے ڈھونڈ رہے ہیں رہِ فرار   کوئی نہیں اب ان کا ٹھکانہ بڑھے چلو

آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھے چلو

ہاتف سنا رہا ہے عجب جانفزا نوید   ہے مومنوں کا عزم درِ فتح کی کلید!

زندہ رہیں تو غازی جو مر جائیں تو شہید   لینے کو رحمتوں کا خزانہ بڑھے چلو

آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھے چلو!

فضیلت

از قلم شہاب غزنہ وا لا کینٹ

جونہی اس پتلۂ خاکی میں روح پھونکی گئی۔ اس نے فوراً سر اٹھایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا "دیکھا! انسان کتنا سرکش اور جلد باز ہے" فرشتوں نے فوراً اعتراض کیا "اے رب العلمین! پھر آپ کیوں اسے زمین میں اپنا خلیفہ (نائب) بناتے ہیں۔ (انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ) (میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں) جبکہ یہ زمین میں فتنہ و فساد اور قتل و خون کا باعث ہوگا" اللہ تعالےٰ نے فرمایا "میں جو کچھ جانتا ہوں۔ تم اس سے لاعلم ہو۔ (انی اعلمُ ما لاتعلمون) پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام (پتلا خاکی) کو فرشتوں کے روبرو کیا اور ان سے کہا۔ "ان چیزوں کے نام بتاؤ" لیکن فرشتوں نے دست بستہ عرض کی۔ "اے خداوند عالم تو نے جتنا علم ہمیں عطا کیا ہے۔ اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے اور تو سب سے بہتر جاننے والا اور حکمت والا ہے"! کائنات کے خالق نے پتلۂ آدم کو حکم دیا "تم ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ جن کا تمہیں علم دیا گیا ہے"۔ اور حضرت آدمؑ نے وہ تمام نام بتا دیئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "جھک جاؤ اس پتلۂ خاکی کے آگے۔ یہ تعظیم ہے"۔ یہ پہلی فضیلت تھی جو خداوند عالم نے اس خاکی و مادی پتلے کو، اس مٹی کے انسان کو جو آج بھی سرکش و جلد باز ہے۔ فرشتوں پر دی۔ لیکن کیا یہ بزرگی خواہ مخواہ ہی دے دی گئی؟ نہیں! یہ بزرگی اس علم کی وجہ سے تھی۔ جس میں رحیم و کریم۔ جبار و قہار دین و دنیا کے مالک کی ہستی کا راز تھا جو اس نے اس پتلۂ خاکی (حضرت آدمؑ) کو بخشا اور وہ سجدہ نہ ہی عبادت اور نہ ہی حضرت انسان کی تعظیم تھا۔ بلکہ وہ تعظیم۔ وہ سجدہ۔ وہ فرشتوں کی آدمؑ کے سامنے جھکی ہوئی پیشانیاں اس علم کی تعظیم کی گواہ تھیں۔ جس سے عزازیل (شیطان) انکار کر گیا۔ جو رب دو عالم نے ضعیف العقل انسان کو عطا کیا اور اسے مزید یہ کہہ کر بزرگی و عظمت سے نوازا

کہ اس علم کی بدولت جو ہم نے انسان کو دیا ہے۔ اس نے ہمارا بوجھ اٹھا لیا۔ ایسا بوجھ جو کائنات کی کوئی شئے برداشت نہ کر سکی۔ اور اگر وہ بوجھ پہاڑوں پر بار کر دیا جاتا تو وہ پس کر سرمہ میں تبدیل ہو جاتے وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ (اور انسان نے اس کو برداشت کر لیا)۔

اسی فضیلت و عظمت کو لئے جب یہ افضل انسان جو اشرف المخلوقات کے خطاب سے سرفراز کیا گیا تھا۔ اس آب و گل کی دنیا میں وارد ہوا۔ اس علم کو سینے کے ایک خاص حصے دل میں چھپائے۔ جہاں سے شیطان اس کی تابکی سے ڈر کر بھاگا تھا۔ اس لئے کہ وہ خداوند عالم کی راز دار تھی۔ تو اس نے اپنی اس بزرگی اس علم کو جس کے متعلق خلاق عالم نے ارشاد فرمایا تھا "کہ جاؤ اس علم کی شمع کے ذریعے زمین پر پھیلے ہوئے ظلمت کے دبیز پردوں کو آگ لگا کر انسانیت کو میری طرف لاؤ۔ اور پانی کی تاریک گہرائیوں میں اجالا کر دو۔ اور جب تک تم میرا یہ حکم بجا لاتے رہو گے۔ اس وقت تک کے لئے تمہیں عظمت و بزرگی کا حقدار گردان کر تمہارے لئے زمین میں ایک وقت مقرر تک رزق مہیا کر دیا گیا ہے"۔ لیکن کیا ایسا ہوا؟ نہیں! اس نے اس قول و قرار کو اس وعدے کو بھلا دیا جو اس نے اس دنیا میں آنے سے پہلے کیا تھا۔ اے اشرف المخلوقات کے لقب سے سرفراز ہونے والے ناپاک انسان! سرکشی بغاوت۔ انکار اور اپنے معبود حقیقی کے وجود سے روگردان ہونے والے ناپاک قطرے سے پیدا شدہ مادی جسم! تجھے علم ہے۔ تو نے کیا جواب دیا تھا۔ قَالُوا بَلٰی (انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے) پھر تجھے بار بار یاد دہانی کروائی گئی اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ (یہ قرآن ایک یاد دہانی ہے۔ ایک تذکرہ ہے۔ تنبیہ ہے۔ کسی حکم کا اعادہ ہے) لیکن یہ انسان۔ یہ پتلۂ خاکی انکار کے ساتھ اقرار اور بغاوت کے ساتھ وفاداری کو بھی بھول بیٹھا۔ اپنی عظمت و فضیلت

کو آہستہ آہستہ اہرمن کے پاس گروی رکھتا گیا اپنے علم کو چند سکوں کے عوض بیچ کر جہاں اپنے علم سے تہی دست ہو گیا۔ وہیں اس کی بزرگی، اشرف المخلوقاتی۔ عظمت اور فضیلت دم توڑتی گئی اور جب وہ اپنی اس عظمتِ رفتہ کو پانے کے لئے ضرورت محسوس کرنے لگا تو اس میں اتنی سکت باقی نہ رہی کہ وہ ان گناہوں کے بھوتوں سے اپنی عظمت و بزرگی زبردستی چھین لے اور اس کے سوا اسے کوئی چارہ نہ رہا کہ یہ اشرف المخلوقات جسے کائنات کا نگہبان بنا کر بھیجا گیا تھا۔ خود دستِ سوال دراز کرے۔ جھکے۔ روئے۔ گڑ گڑائے۔ اور اپنی ذلت کے آنسوؤں میں خود ہی ڈوب جائے اور جوں جوں یہ ڈوبتا گیا۔ توں توں اس پر نور کے اجالوں کی روشنی کم ہوتی گئی۔ آخر خدا تعالیٰ کی وہ رحمت جو ہر وقت گنہگاروں کو آغوش میں لینے کے لئے تڑپتی رہتی ہے کہ یہ اس کی فطرت ہے اور وہ ہر گنہگار کو پاکیزہ کرنے کے لئے منتظر رہتی ہے۔ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللهِ (مت منقطع ہو اللہ کی رحمت سے) اور جونہی وہ کسی گنہگار کو ذلت و گناہ کے عمیق بحر میں غوطہ کھاتے ہوئے دیکھتی ہے۔ بجلی کی طرح لپکتی ہے۔ اور ایک مشفق ماں کی طرح اس گنہگار انسان کو اپنی آغوش میں سما لیتی ہے۔ اور وہ پھر معصوم بن جاتا ہے اور خدا اپنی یہ رحمت اپنی جمیع مخلوق کے لئے پیغمبروں اور صالح لوگوں کی مجسم صورت میں اس آب و گل کی دنیا میں بھیج دیتا ہے۔ لیکن اسی حالت میں اس حیثیت سے جو اس کی سرشت میں داخل ہے۔ یعنی فضیلت سے نواز کر۔ افضل قرار دے کر اور یہ سب کچھ علم ہی کی وجہ سے ہے جو عقل کو جلا بخشتا ہے اور اس کی زندہ مثال ہمارے اپنے روزمرہ کے حالات و واقعات میں بیٹے کو باپ پر یا باپ کو بیٹے پر بحیثیت علم و عقل کے فضیلت ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور شاید ناظرین کو بھی اس سے واسطہ پڑا ہو کہ ایک ہی دفتر میں باپ اگر چپڑاسی ہے تو بیٹا کرسی اقتدار پر۔ ایک بھائی جھاڑی لگا رہا ہے اور دوسرا کار میں سیر کرتا ہے۔ بعینہٖ یہی امتیاز۔ یہی دیوار ملکوں اور قوموں کے درمیان حائل ہے۔ پیغمبروں اور صالحین کے درمیان قائم ہے۔ اس دیوار کو کوئی مسمار نہیں کر سکتا۔ یہ دیوار فطرتی اور پہلی

یومِ استقلال

مجاہدینِ اسلامِ ہند شمعِ آزادی کے پروانے

از قلم میاں عبدالرحمن صاحب لدھیانوی عثمانیہ کالج شیخوپورہ

الحمدللہ۔ آج ہم نے آزادی کی نو منزلوں کی مسافت طے کر لی ہے اور دسویں منزل میں قدم رکھا ہے۔ آج ہم اپنی جدو جہد آزادی کے اسی نقطۂ عروج کی یادگار منا رہے ہیں۔ ۱۴ر اگست مسرت کا دن بھی ہے اور محاسبے کا بھی۔

آج ہمیں اجتماعی اور قومی نقطۂ نظر سے سوچنا ہوگا کہ کیا ہمارے وہ زخم مندمل ہو چکے ہیں جو ہم نے جنگ آزادی میں کھائے تھے اور جن سے ہماری روحیں تک محفوظ نہیں رہی تھیں۔ کیا ہم ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ اپنی آزادی اور خود مختاری کا تحفظ کر رہے ہیں۔ اور کیا ہمارے برسر اقتدار طبقے کی سرگرمیاں اس نظریے کے معیار پر پوری اترتی ہیں جو پاکستان کی اساس ہے؟ کیا مہاجرین کی آبادکاری اور بحالی مکمل ہو گئی؟ کیا عوام کا معیار زندگی بلند ہوا کیا اقتصادی تفاوت کی تیز دھاروں کو کند کیا گیا؟ کیا ہم نے علم و تعلیم دینداری، تہذیب اور ثقافت کے میدان میں کوئی ترقی کی؟ کیا ہمارے ملک میں نظم و نسق کی مشینری بد دیانتی اور کاہلی سے اور ہماری تجارت و صنعت چور بازاری اور منافع خوری سے پاک ہے؟ کیا اہل پاکستان کو بنیادی شہری آزادیاں حاصل ہیں؟ کیا ہمارے ہاں حزب مخالف کو حزب دشمن تو نہیں سمجھا جاتا، ہمارے ذہنوں میں صوبائی تعصبات تو راہ نہیں پا رہے؟ کیا حکومت نے اہل پاکستان کی قوت اور پاکستان کے قدرتی وسائل سے کما حقہٗ فائدہ اٹھایا ہے؟ کیا عالمی سیاسیات میں ہم نے اپنا کوئی مقام پیدا کیا ہے اپنے اور اپنے ہموطنوں کے اور اپنے ارباب اختیار کے کھرے اور بے رحم محاسبے کے بعد اسی روز ہمیں اپنی خامیوں اور فروگذاشتوں کی تلافی کا عزم صمیم کرنا ہوگا۔ ہمیں عوام کی مرضی کو ملکی سیاسیات کا فیصلہ کن عنصر بنانا ہوگا۔ کیونکہ عوام ہی ہماری جمہوری مملکت کی قوت و حشمت کا سرچشمہ ہیں۔ وہی پاکستان کے حقیقی حکمران ہیں اور انہی کی تائید کسی حکومت کو کامیاب بنا سکتی ہے۔ اور ان سب مراحل میں ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا ہوگا کہ پاکستان کا حصول ہماری آزادی کا صرف پہلا قدم تھا۔ پاکستان کی پُر امن بقاء اور پاکستان کا ہر جہتی استحکام ہمارے عزیز ترین مقاصد ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ اہل پاکستان اپنے مقاصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ یہ وہ قوم ہے۔ جس کی نیک نیتی، خلوص اور جرأت کے سامنے ہر زمانہ میں بڑی بڑی قوتوں نے آخرکار اپنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں

انگریز جو تجارت کے بہانے ہندوستان آئے تھے۔ تیندوے کی طرح پاؤں پھیلاتے رہے اور آہستہ آہستہ اپنی سازشوں اور اہل ہند کی چھوٹی چھوٹی نجی رقابتوں کے سبب سارے ہندوستان پر قابض ہو گئے۔ ایک دم اتنی بڑی تبدیلی کے بعد اہل ہند دم بخود رہ گئے۔ مگر اس کے بعد جذبۂ حریت اور ولولۂ آزادی نے تحریکوں کی صورت اختیار کرنا شروع کی اور آخر دس کروڑ مسلمانان ہند کی تحریک پاکستان آزادی اور ایک نئی مملکت کے قیام پر منتج ہوئی۔ اب اہل پاکستان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی ایثار پیشگی سے حاصل کئے ہوئے وطن کے تحفظ و استحکام میں سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ اپنی اہمیت کو پہچانیں اور خود اعتمادی پیدا کریں۔

تاریخ جہاد

سلطنت تیموریہ کے انحطاط و انتزاع کے اولین دور ہی میں چند مقدس نفوس اور مقتدر شخصیات نے مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کی بحالی کے لئے ایسا صُور پھونکا۔ جس نے ایک طویل زمانہ تک مسلمانانِ پاک و ہند کی رُوح کو گرمائے اور دل کو برمائے رکھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اور اُن کے اخلاف کی مساعی جمیلہ کو اس سلسلہ میں تقدم حاصل ہے۔ اس کے کچھ ہی زمانہ بعد سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریک آزادی منظر عام پر آئی۔ جانِ نثارانہ لِلّٰہیت براہیمی نے ناموس دینِ مصطفےٰ کے تحفظ کی خاطر جاں سپاری، جاں نثاری اور جاں بازی کے ایسے فقید المثال جوہر دکھائے جن کا جواب تاریخ اقوام عالم میں نظر نہیں آتا۔ شاہ صاحب اور سید صاحب کی تحریک بالاکوٹ کے معرکہ پر پہنچ کر ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اس کے اثرات اس کے بعد اور بھی شدید ہو گئے۔ سید احمدؒ نے اپنے نوجوان سپہ سالار شاہ اسمٰعیلؒ کو مجاہدوں کے اس لشکر کا سردار مقرر کیا۔ اور خدا کا نام لے کر ۱۸۲۶ء میں یہ لشکر یلغار کرتا ہوا پشاور پہنچا۔ پہلا معرکہ اکوڑہ کے مقام پر ہوا۔ سکھ فوج کا سردار جرنل بُدھ سنگھ اپنے ساتھ دس ہزار سپاہی اور توپ خانہ لایا تھا۔ لیکن مجاہدین نے اس لشکر کے دانت کھٹے کر دیئے۔ بہت سے سکھ مارے گئے۔ باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

رنجیت سنگھ نے ایک مرتبہ مسلمانوں کے نفاق سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ سید احمدؒ اور اُن کے مجاہد ساتھی پکے ایماندار مسلمان تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمان اسلامی شریعت کے قانونوں کی سختی سے پابندی کریں۔ رنجیت سنگھ نے یہ کوشش کی کہ سید احمدؒ اور شاہ اسمٰعیل کو زندہ گرفتار کر لیا جائے۔ لیکن ان غیرت مند بہادروں نے یہ گوارا نہ کیا اور سینکڑوں کافروں کو ہلاک کر کے خود بہادر مردوں کی طرح شہید ہو گئے۔ یہ آخری لڑائی بالاکوٹ کے مقام پر ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو ہوئی۔ سید احمدؒ اور ان کے مجاہد ساتھیوں نے اپنی جان اسلام اور مسلمانوں کی عزت

بچانے اور اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی خاطر قربان کی۔ جب تک اس ملک میں ایک بھی مسلمان زندہ ہے۔ سید احمدؒ اور اُن کے ساتھیوں کا نام زندہ رہے گا۔

حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے کچھ قبل برِ عظیم پاک و ہند کے اُن چند علماء میں جو قوم کے سیاسی اقتدار کی بازیابی کے لئے جان کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ ہمارے مولانا حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ پیش پیش تھے۔ ان کے مجاہدانہ کارناموں سے کون واقف نہیں۔ انگریزوں کو سب سے زیادہ جس مسلمان عالم اور پیشوا نے پریشان کیا۔ وہ حاجی امداد اللہؒ صاحب ہی ہیں حاجی امداد اللہؒ صاحب اپنے عہد کے نامور عالم اور جاں باز مجاہد تھے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ان کی غیرت ملی نے کیا کچھ نہ کر دکھایا۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد حاجی صاحبؒ مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے۔ اور بقیہ زندگی وہیں گذاری۔ ان کے مایہ ناز شاگردوں اور مُریدوں میں ایسے ایسے جیّد عالم اور قومی رہنما ہوئے۔ جن کی نظر اس عہد کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مثلاً مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانئ دارالعلوم دیوبند۔ اور حاجی محمد حسینؒ الہ آبادی ان کے مریدوں میں سے تھے۔ پھر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور مولانا حسین احمد صاحب مدنی۔ مدظلہ العالی

سلطان ٹیپو (مجاہد اسلام)

حیدر علی خاں والد سلطان ٹیپو نے انتہائے دکن میں اسلامی سلطنت کی تاسیس فرمائی جہاں مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ پھر اُسے اس درجہ ہردلعزیز بنا دیا کہ مسلم و غیر مسلم سب اس پر جانیں نثار کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ سلطنت آرائی کا یہ کرشمہ یقیناً معجزنما تھا

حیدر علی خاں نے جب وفات پائی۔ تو اپنے فرزند ارجمند کے لئے ایسی سلطنت چھوڑی۔ جس کی قوت و طاقت، پائیداری و استواری اور صلاحیت توسیع کا مقابلہ وقت کی کوئی دوسری مُلکی سلطنت نہ کر سکتی تھی۔ لیکن اس جلیل الشان میراث کے ساتھ ایک کٹھن فرض بھی لگا ہوا تھا جو مسلسل جہاد، متواتر سرفروشی اور پیہم جانبازی کا متقاضی تھا۔ سلطان بہادر تھا۔ غیور تھا۔ پیش نظر مقاصد کے لئے سعی و جہد کی ہمت اس میں بوجہ اتم موجود تھی ملک کے لئے ہر گونہ ترقی کے وسائل کی فراہمی میں اس نے کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ سب سے آخر میں مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ قومی اور ملّی مقاصد کے لئے جانبازی پر ہر وقت آمادہ تھا سلطان موت سے بالکل بے پروا تھا۔ یہ بے پروائی مال و جاہ کے لئے نہ تھی۔ توسیع سلطنت کے لئے نہ تھی۔ صرف اس لئے تھی کہ قومی و اسلامی مقاصد پورے ہوں خوش نصیب ہے وہ شخص جس کی جان نیک مقاصد کی راہ میں صرف ہو۔ جس کی زندگی کا خون خلق خدا کی فلاح و اصلاح کے لئے ہے۔

شعراء نے سلطان کی مدح میں جہاد، عزم جنگ، عمل، حُسن خلق، سخاوت، شجاعت، دینداری یعنی اُنہیں اوصاف و محاسن کو نمایاں کیا گیا ہے۔ جو ایک محبوب و مطاع حکمران کی سیرت و کردار کے درخشاں جوہر ہیں۔

دعوت فکر۔ غور فرمایئے کہ جن سرزمین میں چاروں طرف دن رات ایسے ترانے گائے جاتے تھے۔ جس سرزمین کے نشیب و فراز ایسے ہی نعروں سے گونجتے رہتے تھے۔ اس کے عوام میں جہاد، جانبازی، دینداری اور دوسرے محاسن نے کیا شان اختیار کر لی ہوگی۔ سلطان ۱۷۸۲ء میں تخت نشین ہوا۔ اور ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو اس نے شہادت پائی۔

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست
ہمچو مرداں جاں سپردن زندگیست
(اقبال)

محاسبہ آزادی

اگر ہم اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور ایمانداری کے ساتھ اپنا محاسبہ کریں تو بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ ہم قوموں کے کس طبقہ میں شامل ہیں۔ اگر ایک قوم آزاد ہونے کے بعد بھی پہلے کی طرح مادی طور پر فلاکت میں مبتلا اور اخلاقی طور پر دیوالیہ رہے۔ بلکہ پہلے سے بھی بدتر حالت ہو جائے تو ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ ایسی قوم آزادی کے لائق نہیں وہ غلاظت کے کیڑے کی طرح غلامی کے گڑھے میں ہی کچھ بہتر حالت میں رہ سکتی ہے۔ کیونکہ وہ اس نعمت سے بہتر طور پر استفادہ نہیں کر سکتی۔ بلکہ اُلٹا نقصان پہنچا سکتی ہے۔

اسلامی دستور کو عملی جامہ پہنانا

اب جبکہ ہمارا دستور بن گیا ہے۔ ہماری ذمہ داریاں بھی بہت بڑھ گئی ہیں۔ کاغذی اصُول و قوانین کی کوئی اہمیت نہیں۔ جب تک کہ وہ عمل میں نہ لائے جائیں۔ لہذا یہ دستور بھی اُسی وقت ہمیں اپنی خوبیوں سے بہرہ اندوز کر سکتا ہے۔ جبکہ اس پر صحیح طور پر عمل ہو اور تمام امور سلطنت میں اس کی پیروی ہو۔ لیکن دیکھنے میں یہ آ رہا ہے کہ جوں جوں وقت گذرتا جا رہا ہے۔ ہم بجائے سُدھرنے کے بگڑتے جا رہے ہیں۔ تفرق و تشتت، ذاتی مفاد پرستی، تعصب و بیگانگی، ایمانداری کا فقدان، یہ سب باتیں مل کر ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں۔ اخلاق کردار برابر رو بہ تنزل ہے۔ خوبیاں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ خرابیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ خواص و عوام سب کا یہی [illegible] ہے۔

اعتراف ذمہ داری

آج بھی اگر ہم ایک آزاد قوم کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور قومی مسائل پر مسلم قوم کی حیثیت سے نظر ڈالیں اور ان کا حل تلاش کریں تو ہماری بہت سی مشکلیں آسان ہو سکتی ہیں۔ معاشرہ کا سارا بگاڑ محض اس وجہ سے وجود میں آیا ہے کہ ہم نے کبھی اپنی زندگی کے مسائل اور راہ حیات کو اس ڈھنگ سے طے نہیں کیا۔ جو ہمارا ملّی ڈھنگ ہونا چاہیئے۔ ہم دعویٰ تو کرتے ہیں مسلمان قوم ہونے کا، لیکن ہمارے سوچ بچار کا ڈھنگ کچھ اور ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

(تذکرہ کراچی)

فوزِ عظیم

(شاندار کامیابی)

از جناب میاں عبدالرحمٰن لدھیانوی بی اے۔ بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

قرآن کریم میں فوز العظیم کا کلمہ متعدد مقامات پر بولا گیا ہے مضمون ہذا میں اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ اس کا مطلب دوزخ سے رہائی اور بہشت میں داخلہ ہے۔

حقیقی کامیابی نہ تو ڈگریوں اور خطابات کے حاصل کرنے سے نہ مال و دولت کی کثرت سے۔ نہ ہی سونے چاندی کے ڈھیروں سے نہ ہی زمینداریوں اور جاگیرداریوں سے۔ نہ ہی کثرت ازواج اور اولاد سے۔ نہ ہی لباس فاخرہ کے پہننے اور اطعمۂ لذیذہ کے کھانے سے نہ ہی کوٹھیوں اور بنگلوں کی تعمیر سے نہ ہی مویشیوں اور کھیتوں کے مالک ہونے سے نہ ہی سمندروں کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے سے اور نہ ہی فضائے آسمانی میں طیاروں کے اندر پرواز کرنے سے۔ نہ ہی کونسلوں کی ممبریوں اور وزارتوں اور گورنریوں کے عہدوں پر فائز ہونے سے ملسکتی ہے بلکہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے اور جنت میں داخل ہونے سے اصلی کامیابی حاصل ہوتی ہے جہاں کی نعمتیں لازوال اور غیر منقطع ہوں گی اور جہاں انسان ابدالآباد کے لئے موردِ الطاف و انفضال رہے گا۔ جنت میں وہ نعمتیں ملیں گی جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ ہوگا۔ اور کسی کان نے ان کا حال سنا نہ ہوگا۔ اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں ان نعمتوں کا تصوّر گزرا ہوگا۔

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (پ ۲۸ ع ۱۰)

(ترجمہ) اے ایمان والو! میں تم کو ایک ایسی سوداگری بتلاؤں۔ جو تم کو دردناک عذاب سے بچائے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے لڑو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو وہ تمہارے گناہ بخشے گا اور تم کو باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ستھرے گھروں میں بسنے کے باغوں کے اندر۔ یہ ہے بڑی مراد ملنی)

دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ اس میں لگا دیتے ہیں۔ محض اس امید پر کہ منافع حاصل ہوگا۔ اس طرح راس المال گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائے گا۔ اور وہ خود اور اس کے اہل و عیال تنگدستی و افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے لیکن مومنین اپنے جان و مال کو اگر اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو صرف چند روزہ افلاس سے نہیں بلکہ آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون ہو جائیں گے۔ اگر مسلمان سمجھے تو یہ تجارت دُنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع کامل، مغفرت اور دائمی جنّت کی صورت میں ملے گا۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے

(۲) إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (پ ۱۱ ع ۳)

(ترجمہ) بے شک اللہ نے مسلمانوں سے اُن کی جان اور اُن کا مال اس قیمت پر خریدا ہے کہ اُن کے لئے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں اس کے ذمہ توراۃ انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہو چکا اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون ہے سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے۔ اس کے ساتھ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔

اس سے زیادہ سود مند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہوگی کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی اموال کا خداوند قدوس خریدار بنا۔ ہماری جان و مال کو جو فی الحقیقت اسی کی مملوک و مخلوق ہے محض ادنیٰ ملابست سے ہماری طرف نسبت کر کے مبیع قرار دیا جو عقدِ بیع میں مقصود بالذات ہوتی ہے اور جنت جیسے اعلیٰ ترین مقام کو اس کا ثمن بتلایا جو مبیع تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔

مومنین کے لئے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کا اس سے بہتر کون سا موقعہ ہوگا کہ خود رب العزت ان کا خریدار بنے اور اس شان سے بنے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے ہم ناتوانوں کو ان مومنین کے زمرہ میں محشور فرمائے۔ آمین!

(۳) وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (پ ۲۲ ع ۶)

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کے کہنے پر چلے۔ اس نے بڑی مراد پائی۔

اللہ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں۔ حقیقت میں اللہ اور رسول کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے۔ جس نے یہ راستہ اختیار کیا۔ وہ مراد کو پہنچ گیا۔

(۴) وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ (پ ۲۶ ع ۹)

(ترجمہ:۔ اور اللہ کے ہیں سب لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ ہے خبردار حکمت والا۔ تاکہ پہنچا دے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں اور اُن پر سے ان کی بُرائیاں اُتار دے اور اللہ کے ہاں بڑی مراد ملنی ہے۔

اللہ ہی جانتا ہے کہ کس وقت قتال کا حکم دینا تمہارے لئے مصلحت ہے اور کس موقعہ پر قتال سے باز رکھنا اور صلح کرنا حکمت ہے تم کو اگر قتال کا حکم ہو تو کبھی کفار کی کثرت کا خیال کر کے پس و پیش نہ کرنا۔ کیونکہ آسمانوں اور زمین کے لشکروں کا مالک وہی ہے جو تمہاری قلت کے باوجود اپنے غیبی لشکروں سے مدد کر سکتا ہے۔ جیسے 'بدر' 'احزاب' اور 'حنین' وغیرہ میں کی اور اگر صلح کرنے اور قتال سے رکنے کا حکم دے

تو اسی کی تعمیل کرو۔ یہ خیال نہ کرنا کہ افسوس صلح ہو گئی۔ اور کفار بچ نکلے ان کو سزا نہ ملی۔ اگر قتال کا حکم ہو جاتا تو ہم ان کو ہلاک کر ڈالتے کیونکہ ان کا ہلاک ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں۔ ہم چاہیں تو اپنے دوسرے لشکروں سے ہلاک کر سکتے ہیں۔ بہرحال زمین آسمان کے لشکروں کا مالک، اگر صلح کا حکم دے گا۔ تو ضرور اسی میں بہتری اور حکمت ہو گی۔

اللہ نے اطمینان اور سکینہ اتار کر مومنین کا ایمان بڑھایا۔ تاکہ انہیں نہایت اعزاز و اکرام سے جنت میں داخل کرے اور ان کی برائیوں اور کمزوریوں کو معاف فرمائے۔ حدیث میں ہے کہ جن اصحاب نے حدیبیہ میں بیعت کی اُن میں سے ایک بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ جنت کا طلب کرنا اللہ کے ہاں بڑا کمال ہے۔

(۵) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پ ۱۱ ع ۲)

(اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو اُن کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ اُن سے راضی ہوا۔ اور وہ اُس سے راضی ہوئے۔ اُن کے واسطے اللہ نے تیار کر رکھے ہیں باغ۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں انہی میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔

جن مہاجرین نے ہجرت میں سبقت و اولیت کا شرف حاصل کیا۔ اور جن انصار نے نصرت و اعانت میں پہل کی۔ غرض جن لوگوں نے قبولِ حق اور خدمتِ اسلام میں آگے بڑھ بڑھ کر حصے لئے۔ پھر جو لوگ نکوکاری اور حسن نیت سے اُن پیش روانِ اسلام کی پیروی کرتے رہے۔ ان سب کو درجہ بدرجہ خدا کی خوشنودی اور حقیقی کامیابی حاصل ہو چکی۔ جیسے انہوں نے پوری خوش دلی اور انشراحِ قلب کے ساتھ حق تعالےٰ کے احکامِ تشریعی اور قضائے تکوینی کے سامنے گردنیں جھکا دیں۔ اسی طرح خدا نے اُن کو اپنی رضا اور خوشنودی کا پروانہ دے کر غیر محدود انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔

(۶) لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پ ۱۰ ع ۱۷)

(ترجمہ:۔ لیکن رسول اور جو مومنین اس کے ساتھ ہو کر اپنی جانوں اور مالوں سے لڑتے ہیں۔ انہی کے لئے خوبیاں ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ اللہ نے اُن کے واسطے باغ تیار کر رکھے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔

مومنین مخلصین خدا کے وفادار بندے ہیں جو اس کے راستہ میں نہ جان سے ہٹتے ہیں نہ مال سے کیسا ہی خطرہ کا موقعہ ہو۔ اسلام کی حمایت اور پیغمبر اسلام کی معیت میں ہر قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں پھر ایسوں کے لئے فلاح و کامیابی نہ ہو گی تو اور کس کے لئے ہو گی۔

مسلمان کے پاس ایمان ایک ایسی دولت ہے کہ وہ ہر وقت باقی رہنے والی ہے۔ کیونکہ ایمان کو ایک دفعہ اختیار کر لینے سے جب تک معاذ اللہ اس کی ضد کا اعتقاد نہ ہو ایمان قائم رہے گا اور وہ ہر وقت میں مومن ہوگا۔ ہرچند مسلمان کا نفع صرف ایمان ہی سے ہر وقت بڑھ رہا ہے۔ مگر پورا نفع جب بڑھے گا جبکہ ایمان کے ساتھ عمل صالحہ بھی ہو، کیونکہ عمل صالحہ سے ایمان قوی ہوتا ہے اور گناہوں سے کمزور ہوتا ہے۔ پس مومن فاسق کا ہر وقت نفع کا بڑھنا ایسا ہے۔ جیسے کسی شخص کو ہر سکنڈ میں ایک پیسہ کا منافع بڑھتا ہو۔ اور مومن صالح کا ہر وقت نفع بڑھنا ایسا ہے جیسے کسی کا ہر سکنڈ میں ہزار روپیہ کا منافع ہوتا ہو۔ پس گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہایت ضروری ہے اور عمل صالح اختیار کرنا لازم ہے۔ گناہوں کی وجہ سے بعض دفعہ ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ایک پیسہ کی ترقی بھی نہیں رہتی۔

(۷) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ الخ (پ ۱۰ ع ۹)

(ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے لڑے اُن کے لئے اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

ایمان۔ جہاد اور ہجرت پر تین چیزوں کی بشارت دی گئی۔ رحمت۔ رضوان اور خلود فی الجنت۔ رحمت ایمان پر مرتب ہے۔ ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ اور رضوان جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تمام نفسانی حظوظ و تعلقات ترک کر کے خدا کے راستہ میں جان و مال نثار کرتا اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے۔ . . . . اس کا صلہ بھی انتہائی ہونا چاہئے۔ اور وہ حق تعالےٰ شانہٗ کی رضاء کا مقام ہے باقی ہجرت وہ خدا کیلئے وطن مالوف اور گھر بار چھوڑنے کا نام ہے۔ اس لئے مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن، اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملے گا۔ جس میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی آسائش و راحت سے رہنا ہوگا۔ جس سے ہجرت کرنے کی کبھی نوبت نہ آئے گی۔

(۸) وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ (پ ۱۰ ع ۱۵)

مومن مرد اور مومن عورتوں سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اُن کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں ہمیشہ اُن ہی میں رہا کریں گے۔ اور رہنے کے باغوں میں ستھرے مکانات ہیں۔ اور اللہ کی رضامندی ان سب سے بڑھ کر ہے یہی بڑی کامیابی ہے۔

دُنیا اور آخرت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ حق تعالےٰ کی رضا کا مقام ہے۔ حق تعالیٰ مومنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی و روحانی نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمائے گا۔ مگر سب سے بڑی نعمت محبوبِ حقیقی کی دائمی رضا ہوگی۔

حدیث صحیح میں ہے کہ حق تعالےٰ جنتیوں کو پکارے گا۔ جنتی لبیک کہیں گے دریافت فرمائے گا اب تم خوش ہو گئے۔ وہ جواب دیں گے کہ پروردگار خوش نہ ہونے کی کیا وجہ؟ جبکہ آپ نے ہم پر انتہائی انعام فرمایا ہے ارشاد ہوگا۔ جو کچھ اب تک دیا گیا ہے۔ کیا اس سب سے بڑھ کر ایک چیز لینا چاہتے ہو۔ جنتی سوال کریں گے اے پروردگار! اس سے افضل اور کیا چیز ہو گی اس وقت فرمائے گا میں اپنی دائمی رضا اور خوشنودی تم پر اتارتا ہوں۔ جس کے بعد کبھی خفگی اور ناراضگی نہ ہو گی۔

(۹) مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(پ ۲۸ ع ۱۵)

(ترجمہ) جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور کرے کام بھلا۔ اتار دے گا اس پر سے اس کی برائیاں۔ اور داخل کرے گا اس کو باغوں میں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ یہی ہے بڑی کامیابی!

جو جنت میں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں۔

اللہ کی رضا اور دیدار کا مقام بھی یہی ہے
(۱۰) اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا الخ

(پ ۳۰ ع ۲)
(ترجمہ: بے شک متقیوں کو مراد ملنی ہے۔ باغ ہیں اور انگور اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی سب اور پیالے چھلکتے ہوئے (شراب طہور کے لبریز جام) نہ سنیں گے وہاں بک بک اور نہ مکرانا
(۱۱) تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○ (پ ۴ ع ۱۳)
(ترجمہ: یہ اللہ کی حدیں باندھی ہوئی ہیں اور جو کوئی اللہ اور رسول کے حکم پر چلے وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

تمام احکام متعلق حقوق یتامیٰ، وصیت اور میراث اللہ کے مقرر فرمودہ ضابطے اور قاعدے ہیں اور جو کوئی اطاعت کرے گا۔ احکام الٰہی کی جن میں حکم وصیت و میراث بھی داخل ہے۔ اس کے لئے ہمیشہ کے لئے جنت ہے۔
(۱۲) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ

(پ ۳۰ ع ۱۰)
(ترجمہ) بے شک جو لوگ یقین لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے۔ اُن کے لئے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ ہے بڑی مراد ملنی۔
دُنیا کی تکلیفوں اور ایذاؤں سے نہ گھبرائیں۔ بڑی اور آخری کامیابی اُن ہی کے لئے ہے جن کے مقابلہ میں یہاں کا عیش یا تکلیف سب ہیچ ہے۔ جو لوگ سب رسولوں اور کتابوں پر یقین لائے اور بھلے کاموں میں لگے رہے وہی بہترین خلائق ہیں جنت کی تمام نعمتوں کی اصل روح رضائے مولیٰ ہے۔
(۱۳) فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ (پ ۲۵ ع ۲۰)
(ترجمہ) سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے سو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہی ہے بڑی مراد ملنی۔
(۱۴) یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُهُمْ ... هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○ (پ ۲۷ ع ۱۸)

ترجمہ: جس دن تو دیکھے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دوڑتے ہوئے۔ ان کی روشنی اُن کے آگے اور دائیں چلتی ہے۔ خوشخبری ہے تم کو آج کے دن باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہو اُن میں یہی بڑی کامیابی ہے
میدان حشر میں جب وقت پل صراط پر جائیں گے سخت اندھیرا ہوگا۔ تب اپنے ایمان اور عمل صالح کی روشنی ساتھ ہوگی شاید ایمان کی روشنی جس کا محل قلب ہے آگے ہو اور عمل صالح کی داہنے۔ کیونکہ نیک عمل داہنی طرف جمع ہوتے ہیں۔ جس درجہ کا کسی کا ایمان و عمل ہوگا اسی درجہ کی روشنی ملے گی اور غالباً اس امت کی روشنی اپنے نبی ﷺ کے طفیل دوسری امت کی روشنی سے زیادہ صاف اور تیز ہوگی۔ جنت اللہ کی خوشنودی کا مقام ہے۔ جو وہاں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں

نعمائے جنت

(۱) وسیع باغات (۲) خوشنما مکانات (۳) ثمرات و فواکہ (۴) اعلیٰ مشروبات (۵) ملبوسات فاخرہ (۶) حور و غلمان (۷) معتدل و خوشگوار موسم (۸) ازواج مطہرہ (۹) ظروف نقرئی و طلائی و بلوریں۔ (۱۰) سونے کی تاروں سے بنے ہوئے تخت (۱۱) غرفات (۱۲) تحیات اسلام و مبارکبادی (۱۳) دیدار الٰہی۔
(۱۵) فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (پ ۴ ع ۱۰)
(ترجمہ) پس جو کوئی دوزخ سے دُور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا پس تحقیق وہ کامیاب ہوا۔
دُنیا کی عارضی بہار اور ظاہری ٹیپ ٹاپ بہت دھوکہ میں ڈالنے والی چیز ہے۔ جس پر مفتون ہو کر اکثر بے وقوف آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ انسان کی اصلی کامیابی یہ ہے کہ یہاں رہ کر انجام کو سوچے اور وہ کام کرے جو عذاب الٰہی سے بچانے والا ہو۔ اور جنت تک پہنچانے والا ہو۔
(۱۶) قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○

(پ ۷ ع ۶)
اللہ نے فرمایا یہ دن ہے کہ سچوں کے اُن کا سچ کام آئے گا۔ اُن کے لئے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اُنہی میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

جو لوگ اعتقاداً اور قولاً و عملاً حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح سچے رہے ہیں ان کو ان کی سچائی کا پھل آج ملے گا۔ بڑی کامیابی حق تعالیٰ کی رضا ہے۔ اور جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ اللہ کی رضا کا مقام ہے۔
(۱۷) قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ○ (پ ۷ ع ۸)
(ترجمہ: آپ کہہ دیجئے میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے ٹل گیا وہ عذاب اس دن تو اس پر رحم کر دیا اللہ نے۔ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔
جنت اور رضائے الٰہی کے اعلیٰ مدارج کا حاصل کرنا تو بہت اونچا مقام ہے اگر آدمی سے قیامت کے دن کا عذاب ٹل جائے تو یہی بہت بڑی کامیابی سمجھو۔ کما قال عمر رضی اللہ عنہ کفافاً لا لی ولا علیّ۔
نجات حاصل کرنے کے لئے چار چیزیں نہایت ہی ضروری ہیں۔ اوّل ایمان دوم عمل صالح (۳) تواصی بالحق (۴) تواصی بالصبر
خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے پورا یقین رکھے۔ دوسرے اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو۔ تیسرے محض اپنی انفرادی اصلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ ہر ایک کو دوسرے کی نصیحت اور وصیت کرے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے پورے صبر و استقامت سے تحمل کرے۔ ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے۔
آنحضرت ﷺ کی کثرت عبادت کو دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول کیا کوئی شخص محض اپنے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز۔ عائشہ رضؓ نے عرض کیا کہ ولا انت (کیا آپ بھی رحمت خداوندی کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی رحمت خداوندی بغیر جنت میں نہیں جا سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا ہے) پھر آپ

اپنا ہاتھ، سر اور چہرہ پر پھیرا۔ جو بظاہر رحمتِ خداوندی کے ڈھانپنے کی طرف اشارہ ہے۔

جو شخص اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ کے سامنے حساب کیلئے کھڑا ہونا ہے۔ اور اسی ڈر سے اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا بلکہ روک کر اپنے قابو میں رکھا اور احکام الٰہی کے تابع بنایا تو اس کا ٹھکانا بہشت کے سوا کہیں نہیں۔ جو شخص ڈر کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہا اور پوری طرح تقوے کے راستوں پر چلا۔ اس کے لئے دو عالی شان باغ ہیں (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ)

(پ ۲۷ سورۃ الرحمٰن)

جنت میں چار قسم کی نہریں ہیں (۱) پانی (۲) دودھ جو غذائے لطیف ہے (۳) شراب جو سرور اور نشاط کی چیز ہے (۴) شہد جو شفاءٌ للناس ہے خدا کی توفیق و دستگیری اور رسولوں کی سچی رہنمائی سے بہشت جیسے اعلیٰ مقام پر پہنچنا نصیب ہوگا۔ ورنہ ہم کہاں اور یہ مرتبہ کہاں۔

حدیث میں ہے کہ کسی شخص کا عمل ہرگز اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل دخولِ جنت کا حقیقی سبب نہیں فقط ظاہری سبب ہے۔ دخولِ جنت کا حقیقی سبب خدا کی رحمت کاملہ ہے۔ ہاں بندہ پر رحمت الٰہیہ کا نزول اسی قدر ہوتا ہے جس قدر عمل کی روح اس میں موجود ہے حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ گاڑی تو رحمت الٰہیہ کے زور سے چلتی ہے۔ عمل وہ جھنڈی ہے جس کے اشارے پر چلاتے اور روکتے ہیں۔

قرآن پاک میں مومنین مخلصین کی متعدد مقامات پر مندرجہ ذیل صفات بیان کی گئی ہیں۔

(۱) خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھنا یعنی بدن اور دل سے اللہ کی طرف جھکنا (۲) باطل لغو اور نکمی باتوں سے علیحدہ رہنا (۳) زکوٰۃ یعنی مالی حقوق ادا کرنا یا اپنے بدن، نفس اور مال کو پاک رکھنا (۴) شہواتِ نفسانی کو قابو میں رکھنا (۵) امانت و عہد کی حفاظت کرنا گویا معاملات کو درست رکھنا۔ (۶) نمازوں کی پوری حفاظت رکھنا یعنی وقت پر آداب و شروط کی رعایت کے ساتھ ادا کرنا (۷) خدا سے ڈر کر برائیوں کو چھوڑتے ہیں (۸) ضرورت پڑے تو بلا کم و کاست اور بے تردد رعایت گواہی دیتے ہیں۔ حق پوشی نہیں کرتے نہ جھوٹ بولیں نہ گناہ کی مجلسوں میں حاضر ہوں۔ زمین پر دبے پاؤں چلیں گے جاہلوں سے نہ الجھیں گے۔ میانہ روی اختیار کرتے ہیں خدا کے آگے کھڑے اور سجدہ میں پڑے ہوئے رات گذارتے ہیں اور سحری کے وقت بخشش مانگتے ہیں ہر فعل و قول سے بندگی کا اظہار کرتے ہیں متکبروں کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے ان کی چال ڈھال سے تواضع و متانت خاکساری اور بے تکلفی ٹپکتی ہے۔ فرشتے دعا و سلام کہتے ہوئے ان کا استقبال کریں گے۔ اور اسلام ...

اسلام اور نظام سرمایہ داری

جذبۂ اکتناز کی مضرتوں پر ایک نظر قرآن عزیز کی روشنی میں

از حضرت مولانا محمد علی صاحب خطیب سنہری مسجد ڈبی بازار لاہور

(۱)

سرمایہ داری بطور سزا

ہر چیز ایک حد تک اچھی ہوتی ہے اس سے بڑھ جائے تو اچھی نہیں رہتی۔ یہی حال دولت کا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے حساب دولت آدمی کو بطور سزا کے دی جاتی ہے۔ روزانہ تجربے کی بات ہے کہ جو تکلیف آرام کے بعد آتے وہ زیادہ روح فرسا ہوتی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی دعاؤں میں عسر بعد الیسر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ خداوند کریم جس بندے کو اس کی نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اسے دولت میں فراخی دیدیتا ہے۔ تاکہ وہ چند روز خوب عیش کرلے اور خوش ہولے۔ اس کے بعد یک لخت اسے پکڑ لیتا ہے۔ اور یہ سختی جو خوشحالی کے بعد آتی ہے بہت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ فی الواقعہ یہ درست بات ہے کہ بعض ایسی چیزیں جنھیں حاصل کر کے ہم خوش ہوتے ہیں۔ ہمارے لئے موجب خیر و برکت نہیں ہوتیں۔ اس کا برعکس بھی اسی قیاس پر ہے۔ قال اللہ تعالےٰ

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا
بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً
فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ
الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ الانعام ع ۵ - پ ۷)

(ترجمہ) پس بھول گئے اس نصیحت کو جو انہیں دی گئی تھی۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھولدیئے۔ حتیٰ کہ وہ خوش ہو گئے۔ اس چیز پر جو انہیں دی گئی۔ پھر یکبارگی ہم نے ان کو پکڑا پس وہ بالکل ناامید ہو گئے۔ پس کاٹی گئی جڑ اس قوم کی جو ظلم کرتے تھے سب تعریف اللہ کے لئے جو جہانوں کا پروردگار ہے۔ (انتہیٰ)

جب آدمی خدا کو بھول جاتا ہے یعنی ان تعلیمات کو بھول جاتا ہے۔ جو پیغمبروں کے ذریعہ اس تک پہنچیں تو خدا اس کو سزا دینے کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے۔ کہ اس پر ہر چیز کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں۔ دولت۔ اولاد۔ مکان۔ زمینیں۔ نوکر چاکر غرضیکہ ہر طرح کا سامان عیش و عشرت اس کو مل جاتا ہے جب اس فراوانی پر خوش ہوجاتا ہے تو یکلخت خدا اسے پکڑ لیتا ہے اور اس فراوانی کے بعد یہ عسرت عذاب جہنم سے کم نہیں ہوتی۔ خداوند عالم مسلمان کو ایسی پکڑ سے محفوظ رکھے۔ یقیناً ہم سب پر خدا کی حمد و ثنا واجب ہے کہ اس پکڑ سے محفوظ رکھا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

قال اللہ تعالیٰ:۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (سورہ التوبہ ع پ ۱۰)

ترجمہ: پس تجھے اچھے نہ لگیں ان کے مال اور نہ ان کی اولاد بات یہ ہے کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ انہیں دنیا کی زندگانی میں عذاب دے اور نہ کفر کی حالت میں ہی مرجائیں۔ (انتہیٰ)

یہاں سے بھی معلوم ہوا۔ کہ ان سرمایہ داروں کی دولت خیر و برکت کا ذریعہ نہیں۔ بلکہ یہ دولت ان کی نافرمانیوں کی سزا میں انہیں دی گئی ہے۔ تاکہ اس دولت کے ذریعہ انہیں عذاب دیا جائے۔ اسی سورہ میں اس آیت مذکورہ بالا کی موید دوسری آیت ملاحظہ فرمائیں۔

قال اللہ تعالیٰ

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ
اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۝ (سورہ ہود ع ۸ پ ۱۲)

(ترجمہ) اور ناپ کو اور تول کو کم نہ کرو میں تم کو مالدار دیکھتا ہوں۔ اور ڈرتا ہوں۔ کہ تم پر گھیرنے والا عذاب آنے والا ہے (انتہیٰ)

یہ قول ہے حضرت شعیب علیہ السلام کا ان کی قوم تجارت کرتی تھی۔ اور تجارت میں بددیانتی کر کے روپیہ اکٹھا کرتی تھی۔ ناپ اور تول کی کمی میں تجارت کی ہر طرح کی بدعنوانیاں اور بے ایمانی شامل ہیں روزمرہ کے تجربے کی بات ہے کہ سرمایہ دار لوگوں کے پاس جو بے حساب دولت جمع ہو جاتی ہے۔

ہے۔ یہ تجارت کے جائز منافع سے نہیں بلکہ تجارت میں گوناگوں بددیانتیوں سے جمع ہوتی ہے۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اس قسم کی سرمایہ داری عذاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

سرمایہ داری وجہ بغاوت

رزق کی بے حد وسعت عام طور سے خطرناک ہوتی ہے۔ سرمایہ دار کو اس حقیقت سے آنکھ بند نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ سرمایہ داری کے اندر فساد کا بیج چھپا ہوتا ہے اور رزق کی کشادگی جیسا کہ ہمیں بظاہر نظر آتا ہے۔ عموماً خیر کا موجب نہیں ہوتی۔ قال اللہ تعالیٰ :-

وَلَو بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوا
فِی الاَرضِ وَلٰکِن یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا
یَشَآءُ اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیرٌ بَصِیرٌ (سورۃ الشوریٰ ع ۳ پ ۲۵)

(ترجمہ) اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق کشادہ کرتا تو البتہ وہ دنیا میں سرکشی کرتے لیکن اللہ اتارتا ہے اندازے کے ساتھ جتنا وہ چاہتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور دیکھنے والا ہے (انتہیٰ)

جو کچھ خدا جانتا ہے۔ وہ ہم نہیں جانتے وہ اپنے بندوں کی فطرت اور سرشت سے واقف ہے اس لئے رزق میں کشادگی کا نہ ہونا بھی حکمت سے خالی نہیں اس لئے رزق کی تنگی پر شکوہ بھی بے جا ہے۔ یہاں سے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ اندازے سے زیادہ دولت کے اندر ہمیشہ بغاوت اور سرکشی کا بیج موجود ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :-

وَلَولَا اَن یَّکُونَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً
لَّجَعَلنَا لِمَن یَّکفُرُ بِالرَّحمٰنِ لِبُیُوتِھِم
سُقُفًا مِّن فِضَّۃٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیھَا
یَظھَرُونَ ۝ وَلِبُیُوتِھِم اَبوَابًا
وَّسُرُرًا عَلَیھَا یَتَّکِئُونَ ۝ وَزُخرُفًا ؕ
وَاِن کُلُّ ذٰلِکَ لَمَّا مَتَاعُ الحَیٰوۃِ
الدُّنیَا ؕ وَالاٰخِرَۃُ عِندَ رَبِّکَ
لِلمُتَّقِینَ ۝ (سورۃ الزخرف رکوع ۳ پ ۲۵)

(ترجمہ) اور اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک امت ہو جائیں گے۔ تو ہم ان لوگوں کو جو اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے گھروں کی چھت اور اوپر چڑھنے کی سیڑھیاں چاندی کی بناتے اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت جن پر وہ تکیہ کرتے ہیں۔ اور سونا بھی اور یہ سب کچھ صرف دنیا کی زندگانی کا سامان ہے اور آخرت تیرے پروردگار کے نزدیک صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ (انتہیٰ)

ان آیات سے چند در چند نکات نکلتے ہیں۔

(۱) بے حد دولت مندی یعنی سرمایہ داری کافروں کا حصہ ہے مسلمانوں کا نہیں

(۲) خدا کفار کو اس سے بھی زیادہ دولت دیتا۔ حتیٰ کہ ان کے گھروں کی چھت۔ دروازے سیڑھیاں اور تخت غرضیکہ سب کچھ چاندی اور سونے کے ہوتے لیکن اگر ایسا ہوتا تو کوئی مسلمان نہ رہتا۔ سب کافر ہو جاتے۔

(۳) جیسا کہ شروع مضمون میں لکھا گیا ہے مسلمان بے حد دولت مند اور سرمایہ دار بن ہی نہیں سکتا بشرطیکہ وہ دولت کے حاصل کرنے اور خرچ کرنے میں اسلامی احکام کی پابندی کرے اور خداوند عالم کی رضامندی ملحوظ خاطر رکھے۔

(۴) بے حد دولت کفار کے لئے ہے کیونکہ ان کا اگلے جہان میں کوئی حصہ نہیں۔

(۵) متقی مسلمان کے لئے چونکہ اگلے جہان کی بے بہا نعمتیں موجود ہیں۔ اس لئے وہ متاعِ حیات دنیا سے بے نیاز اور مستغنی ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ سے جی چرانا

قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی کرنے والے بالعموم غریب لوگ ہیں۔ سرمایہ دار ہمیشہ جد و جہد کی راہ میں روڑے اٹکاتے رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ جس سیاسی اور اقتصادی نظام کے اندر وہ سرمایہ دار بنے بیٹھے ہیں۔ اس میں کوئی تبدیلی واقع ہو۔ کیونکہ نظام کی ہر تبدیلی میں ان کی سرمایہ داری کے لئے خطرات موجود ہیں۔ (قال اللہ تعالیٰ)

وَاِذَآ اُنزِلَت سُورَۃٌ اَن اٰمِنُوا
بِاللّٰہِ وَجَاھِدُوا مَعَ رَسُولِہِ استَاذَنَکَ
اُولُوا الطَّولِ مِنھُم وَقَالُوا ذَرنَا نَکُن
مَّعَ القٰعِدِینَ ۝ رَضُوا بِاَن یَّکُونُوا
مَعَ الخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوبِھِم فَھُم لَا
یَفقَھُونَ ۝ لٰکِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِینَ
اٰمَنُوا مَعَہٗ جٰھَدُوا بِاَموَالِھِم
وَاَنفُسِھِم ؕ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الخَیرٰتُ ؕ
وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ المُفلِحُونَ ۝ (سورۃ التوبۃ ع پ)

(ترجمہ) اور جب اتاری جاتی کوئی سورت کہ ایمان لاؤ اللہ کے ساتھ اور جہاد کرو اس کے رسول کے ساتھ مل کر تو اجازت مانگتے ہیں تجھ سے ان میں سے دولتمند لوگ اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ دو (گھر) بیٹھنے والوں کے ساتھ وہ اس بات پر خوش ہیں۔ کہ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ پس وہ نہیں سمجھتے لیکن رسول اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔ انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور انہی لوگوں کے لئے خیر و برکت ہے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (انتہیٰ)

جہاد کا حکم آیا تو دولت مند لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمیں جہاد پر جانے کے لئے مجبور نہ کیجئے۔ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے گھروں میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ لوگ حقیقت حال کو نہیں سمجھتے جس دولت کو وہ بچانا چاہتے ہیں۔ وہ ان کے لئے باعث خیر و برکت اور موجب فوز و فلاح نہیں ہو سکتی۔ خیرات و برکات تو صرف انہی لوگوں کا حصہ ہے۔ جو اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانیاں دیتے ہیں۔ اور رسول کے ساتھ ہو کر کفار سے جہاد کرتے ہیں۔

قرآن عزیز سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ دنیا میں جتنے پیغمبر آئے۔ ان سب کا انکار عام طور سے سرمایہ داروں نے ہی کیا۔ وجہ ظاہر ہے۔ بے اندازہ دولت جمع کرنے کے دو ہی ذریعے ہیں۔ ایک یہ کہ حصول دولت میں جائز و ناجائز وسائل میں تمیز نہ کی جائے دوسرا یہ کہ زکات و صدقات وغیرہ سے پہلو تہی کی جائے۔ پیغمبر اسی جذبۂ زر اندوزی سے منع کرتے رہے۔ اس لئے سرمایہ دار لوگ ہر زمانے میں نبیوں کی مخالفت کرتے رہے۔ قرآن مجید میں شاید ہی کسی نبی کا ذکر ہو۔ جس میں یہ نہ بتایا گیا ہو کہ دولت مندوں اور سرمایہ داروں نے اس کی پرزور مخالفت کی اور اپنی دولت کے غرور میں ہمیشہ انکار و جحود پر اڑے رہے (قال اللہ تعالیٰ)

وَمَآ اَرسَلنَا فِی قَریَۃٍ مِّن نَّذِیرٍ اِلَّا
قَالَ مُترَفُوھَآ اِنَّا بِمَآ اُرسِلتُم بِہٖ
کٰفِرُونَ ۝ وَقَالُوا نَحنُ اَکثَرُ اَموَالًا
وَّاَولَادًا وَّمَا نَحنُ بِمُعَذَّبِینَ ۝ قُل اِنَّ
رَبِّی یَبسُطُ الرِّزقَ لِمَن یَّشَآءُ وَیَقدِرُ
وَلٰکِنَّ اَکثَرَ النَّاسِ لَا یَعلَمُونَ ۝

(ترجمہ) اور ہم نے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا کہ اس بستی کے دولت مندوں نے اسے یہ نہ کہا ہو کہ جو پیغام تم لائے ہو ہم اس سے انکار کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس مال زیادہ ہے اور اولاد بھی۔ ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔ انہیں کہو کہ میرا پروردگار جسے چاہتا ہے رزق میں کشائش کر دیتا ہے۔ یا تنگی کر دیتا ہے لیکن بہت (حقیقت حال کو) نہیں سمجھتے۔ (انتہیٰ)

سرمایہ داری باعث جمود

یہاں سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے والے یہی سرمایہ دار تھے۔ انہیں اپنی کثرت مال و اولاد پر غرور تھا۔ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ جس نے ہمیں اتنی نعمتیں عطا کی ہیں کبھی ہم کو عذاب میں بھی مبتلا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رزق کی کشادگی یا تنگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ تم حقیقت حال کو نہیں سمجھتے خدا کی حکمتوں پر تمہاری نظر ہے۔

(قال اللہ تعالیٰ)

واصبر علیٰ ما یقولون واھجرھم
ھجراً جمیلا ۝ وذرنی والمکذبین
اولی النعمۃ ومھلھم قلیلاً ۝ ان
لدینا انکالاً وجحیماً ۝ وطعاماً ذا غصۃ
وعذاباً الیماً ۝ (سورۃ المزمل رکوع ۱ پ ۲۹)

(ترجمہ) اور صبر کر اس بات پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ دے ان کو چھوڑ دینا اچھا۔ اور چھوڑ دے مجھے اور ان دولت مند جھٹلانے والوں کو اور ان کو تھوڑی سی ڈھیل دے تحقیق ہمارے پاس بیڑیاں ہیں۔ اور جہنم کی آگ اور گلے میں اٹکنے والا کھانا اور درد دینے والا عذاب) (انتہی)

یہ خطاب ہے رسول اکریمؐ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان ناز و نعمت میں پلے ہوئے اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنے والوں اور آیات خداوندی کے جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ ان کے انکار و جحود کا بدلہ میرے پاس ہے اور ایک دن یہ بدلا ان کو مل کر رہے گا۔

قال اللہ تعالیٰ

وکذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر
مجرمیھا لیمکروا فیھا ؕ وما یمکرون
الا بانفسھم وما یشعرون (سورہ انعام ع ۱۵ پ ۸)

(ترجمہ) اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے لوگوں کو وہاں کا مجرم بنایا۔ تاکہ وہ اس میں مکر کریں۔ اور وہ نہیں مکر کرتے مگر اپنی جانوں کے ساتھ اور نہیں سمجھتے)

یعنی ہمیشہ کافروں کے سردار (یعنی دولتمند لوگ) حیلے نکالتے ہیں۔ تاکہ عوام الناس پیغمبر کے مطیع نہ ہو جائیں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لیا چاہتا ہے (موضح القرآن)

سرمایہ داری باعث ہلاکت قوم

اس سے پہلے امم ہلکہ کے قصے بیان ہوئے تو وجہ اس کی یہ ہوئی کہ جو امتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں۔ ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو دوسروں کو ملک میں فساد پھیلانے سے منع کرتے بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے عذاب سے بچا لیا تھا۔ وہ تو البتہ جیسے خود کفر و شرک سے تائب ہو گئے تھے۔ اوروں کو بھی منع کرتے رہے اور انہی دونوں عمل کی برکت سے وہ عذاب سے بچ گئے تھے۔ اور جو لوگ نافرمان تھے وہ اس مال و دولت اور ناز و نعمت کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دی گئی تھی۔ اور اس طرح وہ جرائم کے خوگر ہو گئے (بیان القرآن حضرت تھانویؒ)

اس سے معلوم ہوا کہ قوموں کی تباہی کا باعث یہی سرمایہ دار لوگ تھے۔ ہر نبی کی امت کا جرائم پیشہ طبقہ دولت مندوں کا طبقہ ہی رہا ہے۔

(قال اللہ تعالیٰ)

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً ۝
واذا اردنا ان نھلک قریۃ
امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا
فحق علیھا القول فدمرنٰھا تدمیرا ۝
وکم اھلکنا من القرون من بعد
نوح وکفیٰ بربک بذنوب عبادہ
خبیراً بصیراً ۝ من کان یرید
العاجلۃ عجلنا لہ فیھا ما نشاء
لمن نرید ثم جعلنا لہ جھنم
یصلٰھا مذموما مدحورا ۝ ومن
اراد الاخرۃ وسعیٰ لھا سعیھا
وھو مومن فاولٰئک کان سعیھم
مشکورا ۝ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵)

(ترجمہ) اور ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو ہم حکم کرتے ہیں اس کے دولتمند کو پس وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں۔ پس اس بستی کی بات ثابت ہو جاتی ہے۔ پھر ہم اس کو ہلاک کرتے ہیں پوری طرح۔ اور ہم نے کتنے قرنوں کو نوحؑ کے بعد ہلاک کیا۔ اور کافی ہے تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا۔ جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا (کے مال) کا ہم اس کو جلدی دیتے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ چاہتے ہیں۔ اور جسے چاہتے ہیں پھر کرتے ہیں۔ ہم اس کے لئے دوزخ داخل ہوگا اس میں بدحال اور راندہ ہوا اور جو کوئی ارادہ کرتا ہے آخرت کا اور سعی کرتا ہے اس کے لئے جو اس کی سعی ہے۔ اور ایمان والا بھی ہے۔ پس یہی لوگ ہیں کہ ان کی سعی کی قدردانی کی جاتی ہے

یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ قوموں کی ہلاکت کا باعث ان کے دولتمند لوگ ہوتے ہیں۔ ان آیات میں بظاہر یہ مقام بہت مشکل نظر آتا ہے۔ کہ جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس بستی کے دولتمند لوگوں کو حکم کرتے ہیں کہ وہ نافرمانی کریں۔ اور جب نافرمانی عام ہو جاتی ہے۔ تو وہ بستی عذاب کی مستوجب ہو جاتی ہے۔ پس ہم اس بستی کو پوری طرح ہلاک کرتے ہیں اس لئے بعض مفسرین نے امرنا کے معنی کثّرنا کئے ہیں یعنی جب ہم کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس قوم کے دولتمندوں کو تعداد میں اور مال میں بڑھا دیتے ہیں۔ پس جب دولتمندوں کی تعداد زیادہ ہو گئی اور ان کی دولت بھی زیادہ ہو گئی تو وہ نافرمانیاں شروع کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ ہوتا ہے قوم کی ہلاکت امر زیادہ ہو گیا یا زیادہ کر دیا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ لیکن یہ مشکل صرف ظاہری مشکل ہے۔ فی الواقعہ کوئی مشکل نہیں قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک کا انداز کلام و خطاب ایک خاص نوع کا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ حقیقت میں ہر فعل ہر عمل ہر خواہش اور ہر ارادے کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے۔ مثلاً قرآن عزیز میں بارہا خدا نے کہا ہے کہ میں بندوں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہوں۔ اور پھر وہ کچھ نہیں سمجھتے اور فسق و فجور میں لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح بارہا یہ بھی کہا گیا ہے کہ خدا بندوں کو گمراہ کرتا ہے لیکن ہر ایسے موقع پر آپ دیکھیں گے کہ خود قرآن نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ یہ گمراہ کرنا یا دل پر مہر لگا دینا یا کھلی آنکھوں اور کانوں کو اندھا اور بہرا کر دینا یا دلوں کی بیماری کو زیادہ کر دینا خود انسانوں کے اپنے اعمال کی سزا ہے۔ خداوند عالم کا قانون ہے کہ جو شخص دیدہ و دانستہ برے کام کرے گا۔ اس کے دل کی روشنی کم ہو جائے گی۔ پس اس قانون کے تحت جس شخص کا دل سیاہ ہوگا۔ خدا اسے یوں بیان کرے گا۔ کہ میں نے اس کا دل سیاہ کر دیا۔ یا اس کے دل پر مہر لگا دی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس بحث پر چونکہ ایک مستقل مضمون کی ضرورت ہے۔ سردست ہم اس کو نظر انداز کرتے ہیں کسی اور مناسب موقع پر مفصل ناظرین کرام کے نذر کر دیں گے۔ اس وقت صرف اشارہ ہی کافی سمجھا گیا۔ اس وقت تک کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے مطلب یہ ہوا۔ کہ خداوند کریم اپنے بندوں کی اصلاح اور تہذیب کے لئے اپنا پیغام نبیوں کے ذریعہ ان کے پاس بھیجتا ہے۔ نبی لوگوں کو نیکی کا راستہ بتاتے ہیں۔ برے کاموں کے نتائج سے ڈراتے ہیں اور اعمال صالحہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس کے بعد اگر لوگ جان بوجھ کر عناد تکبر اور تقلید آبا کی وجہ سے نافرمانی کریں۔ تو نتائج کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بالعموم نافرمانی کرنے والے دولتمند لوگ ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا کہ ان لوگوں کو زیادہ دولت بھی ان کی بداعمالیوں کی سزا کے طور پر دی جاتی ہے۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرمایہ داروں کے تمام ارادوں اور کوششوں کا منتہائے مقصود سوائے زراندوزی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ خدا سے صرف دولت مانگتے ہیں اور کچھ نہیں مانگتے۔ عاقبت کی طرف سے وہ بالکل بےفکر ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جسے چاہے اور جس قدر چاہے دولت دے دیتا ہے۔ ان لوگوں کا اگلے جہان کی نعمتوں میں کچھ حصہ نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف جن لوگوں کی نگاہ اگلے جہان پر ہوتی ہے اور وہ اس کے لئے کوشش بھی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی سعی کو خدا دو جہانوں میں مشکور فرماتا ہے

(باقی آئندہ)

ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ و انی فضلتکم علی العالمین (اور اے بنی اسرائیل میں نے تمہیں تمام عالموں۔ تمام قوموں اور تمام ملکوں پر فضیلت دی ہے) دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے "ہم نے بحیثیت علم کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے" انسانوں کو انسانوں پر۔ فرشتوں کو فرشتوں پر۔ اور پیغمبروں کو پیغمبروں پر۔

ایسے ہی ہر دفعہ رحمت جوش مارتی رہی پیغمبر آتے رہے۔ خاص خاص خطوں میں خاص خاص لوگوں میں اور خاص خاص قوموں اور ملکوں میں۔ جو اس خاکی جسم میں پوشیدہ آگ کو رحمت کے ٹھنڈے اور حیات بخش چھینٹوں سے سرد کرتے رہے۔ اور انسانیت کے پودے کو بڑھنے اور پھلنے پھولنے میں مدد دیتے رہے اور جب بھی یہ انسان علم کے پودے کی گھنی اور سرسبز شاخوں سے محروم ہوتا نظر آیا۔ ویسے ہی کوئی نہ کوئی محافظ آیا اور رحمت کو اس مرجھائے ہوئے پودے پر چھڑک دیا۔ پھول نکلے۔ خوشبو پیدا ہوئی۔ فضا کو معطر کیا۔ انسانی ہمدردی کو ابھارا۔ اور پھر شیطانی حملے سے مرجھانے لگا۔ اس پودے کے سب سے پہلے پھول حضرت آدم تھے۔ پھر سلیمان علیہ السلام۔ داؤدؑ۔ ذکریاؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ ایسے پھول اس پودے میں ظاہر ہوتے رہے۔ کچھ دیر اور ایک محدود فضا کو معطر کیا اور مرجھا گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی رحمت بیکران نے جوش مارا۔ وہ نہ صرف اس چھوٹے مرجھائے ہوئے پودے کو سرسبزی عطا کرنے پر تل گئی۔ بلکہ وہ اس پر بضد ہو گئی کہ وہ اس پودے کو ایک مکمل درخت کی ایک ایسی شکل دے دے جو اتنا پھلے اتنا پھولے کہ کائنات کا ایک ایک ذرّہ اس کے سائے تلے پناہ لے سکے۔ کوئی بھی اس کی فرحت بخش رنگینی سے محروم نہ رہے۔ اس کی حفاظت کے پورے پورے سامان اور قواعد و ضوابط مرتب کر دے۔ جس میں کسی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت ہی نہ رہے۔ وہ یوم الوقت المعلوم تک سرسبز و شاداب رہے۔ بیشک اس پر گناہ کے بھوت۔ نار کے شعلے بھی کیوں نہ پوری تندہی اور زور شور سے حملہ آور ہوں اور آخر یہ رحمت حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت پر نور میں وارد دنیا ہوئی اور اس کی ٹھنڈک سے آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے دب گئے اور دب کر سلگنے لگے۔ اہرمن و ظلمتوں کے دیوتا منہ کے بل اوندھے ہو گئے۔ رحمت نے ہر طرف اپنا وسیع دامن پھیلا دیا۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیل گئی۔ اور اس رحمت کا نام رحمت اللعالمین (تمام عالموں کے لئے رحمت) قرار دیا گیا یہ رحمت ایک ہمہ گیر تحریک تھی۔ ایک ہمہ گیر انسانیت کی پکار کا جواب تھی۔ سسکتی اور دم توڑتی ہوئی انسانیت اس رحمت میں پناہ لینے لگی۔ جہاں اس کی شاخیں اونچی ہو کر آسمانی فضاؤں کو کاٹنے لگیں۔ وہی اس کی بڑھتی ہوئی شاخوں نے دنیا کے ہر کونے کو اپنی گود میں چھپا لیا۔ ان شاخوں نے دریاؤں۔ صحراؤں۔ جنگلوں اور بیابانوں میں بھی زندگی کی لہر دوڑا دی۔ سمندر کے پانی کو چیر کر اس کی اتھاہ گہرائیوں میں اٹھنے والے طوفانوں کو ساکن کر دیا۔ انسانیت کے چھپے ہوئے اقتدار کو واپس دلایا۔ انسان میں ایک دفعہ پھر وہی علم وہی انس و ہمدردی عود کر آئی اور اس کی لہریں آگے سے زیادہ پُر جوش ہو گئیں اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ یہ لہریں اتنا آگے بڑھیں کہ انہوں نے جہاں قیصر و کسریٰ کے وسیع و عظیم الشان محلات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہیں ان لہروں کا زور کفر و الحاد کی تمام تر قوی دیوار سے ٹکرایا اور اسے پاش پاش کر دیا۔ اس رحمت نے کبھی صحرائے گوبی میں اہرمن سے ٹکر لی۔ تو کبھی سومنات کے عظیم الہیبت معبودوں کو نیست و نابود کیا۔ کبھی اس نے صلاح الدین بن کر یورپ کے ایوانوں میں لرزہ طاری کیا تو کبھی شہاب الدین غوری کے ہاتھ میں تلوار ظفر موج بن کر لہرائی۔ کبھی اس نے سندھ کے ریگستانوں میں شیریں چشمے بہائے۔ تو کہیں ریگ زار عرب میں عمر فاروقؓ اور خالد بن ولیدؓ ایسی چٹانوں کو جنم دیا۔ اور کبھی وہ طارق کی صورت میں صاعقہ برق بن کر سپین کے ساحل سے ٹکرائی اور اندرون ملک تک ٹکراتی چلی گئی اور آج بھی اس ٹکر کے نشان باقی ہیں اور یہ سب کچھ وہ فضیلت تھی جو سب سے پہلے آدمؑ کو فرشتوں پر دی گئی۔ حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وجود مسعود میں اس کی تکمیل ہوئی۔ اس لئے کہ انہیں کائنات کے ہر ذرّے پر فضیلت سے سرفراز کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ انہیں کائنات کے ہر ذرّے سے زیادہ اور افضل تر اور اکمل علم سے نوازا گیا تھا۔ اس علم میں کسی طرح کی کمی نہ تھی۔ اسی لئے ان کی تعلیم تمام عالموں تمام دنیاؤں اور تمام قوموں و ملکوں کی راہنما ہے۔ اور ان کے پیرو ہر قوم کے راہنما۔ یہ تعلیم کسی کی ملکیت نہیں اور نہ کوئی اس کا ٹھیکیدار ہے۔ اسے دنیا کا ہر شخص۔ ہر قوم اور ہر ملک اپنا سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ خلاق عالم کی طرف سے آئی ہے۔ کسی کے لئے مخصوص یا محدود ہو کر نہیں بلکہ کسی لہریں لیتے ہوئے سمندر کی طرح بیکراں وسعتوں کو اپنے اندر سمائے ہوئے اس دنیا میں وارد ہوئی۔ جس کی گہرائیوں میں ہر چیز ڈوب جاتی ہے۔ جہاں سُچے موتی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ وہیں وہ ان بے رحم چٹانوں کو بھی توڑ پھوڑ دیتی ہے۔ جس سے بارہا انسانیت کے ڈگمگاتے ہوئے سفینے ٹکرائے اور پاش پاش ہو گئے اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

اور دیکھ اے آج کے بدقسمت مسلمان!

یہ تیری عظمت رفتہ کی۔ تیری فضیلت۔ بزرگی اور برتری کی داستان تھی۔ جو میں نے تجھے سنائی۔ اور تیری آج کی مسلمانی پہ تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یا تو مسلمانی کو چھوڑ دے یا میں چھوڑ دیتا ہوں۔ تو جس علم کی بدولت مسلمان تھا۔ راہنما تھا وہ آج یورپ کے بازاروں میں نہیں۔ تیرے اپنے ہی بازار میں کوڑیوں کے بھاؤ بکتا ہے۔ اور تو اسے خرید نہیں سکتا۔ تو خود اسے پاؤں تلے روندتا ہے۔ اور تجھے احساس تک نہیں ہوتا۔ تجھے اپنی مدہوشی میں اس کی سسکیاں و سبکیاں سنائی نہیں دیتیں تو اپنی عظمت کو۔ اپنی بزرگی کو اپنے ہاتھوں سے دیس نکالا دے رہا ہے۔ تو اس کا گلا گھونٹ رہا ہے۔ اور جب دوسرے اس علم کو اپنے بازوؤں میں تجھ سے لے کر چھپا لیتے ہیں تو تو اس لئے کہ وہ دوسرے کے ہاتھوں میں ہے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے بیگانگی اختیار کرتا ہے۔ پھر تو اسے لینے سے اس لئے انکار کرتا ہے کہ وہ تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ یہ غلط ہے تو یہ کیوں نہیں کہتا کہ تو اس علم کو اپنانے کا اہل ہی نہیں رہا۔ پگلے! اس علم کو تیری نہیں تجھے سرفراز و بلند ہونے کے لئے اس علم کی ضرورت ہے اور یاد رکھ! قدرت اس وقت تک کسی چیز کو کسی کی حفاظت میں دینا گوارا

نہیں کرتی۔ جب تک کہ وہ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت نہ کر دے اور پھر وہ فضیلت تو تمام جہان کے لئے ہے۔ لیکن اس کے استعمال کا صحیح طریقہ صرف تجھے ہی بتایا گیا تھا اور جو بھی اس کے اصولوں کی پیروی کرے۔ وہ اس کی طرف بڑھ جائے گی۔ اب وہ اسے جس طرح دل چاہے استعمال کرے۔ وہ صرف تیرے لئے نہیں تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے ہے۔ اسے جو بھی اپنائے گا۔ نقصان سے دو چار نہیں ہوگا۔ اور سب سے بڑا نقص جو تجھ میں پیدا ہو چکا ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ تو کسی چیز کی اصلیت پرکھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکا ہے۔ تو اب صرف ظاہری رنگ دیکھنے کا عادی ہو چکا ہے۔ تجھے سیرت سے کوئی کام نہیں اور تیری اس غفلت اور لا علمی سے فائدہ اٹھا کر اہرمن اور ابلیسی قوتوں نے اس تعلیم اس علم کی حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے اور اس پردے پر ایسے حروف رقوم ہیں جسے تو پڑھنا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہے۔ بجائے اس کے کہ تو اس پردے کو چاک کرکے اصلیت کو پرکھے اور اسے حاصل کرے تو اصلیت کی طرف سے منہ موڑ کر ذلت و گمراہیوں کی طرف بھاگ اٹھا ہے۔ تو ایک کنکر اٹھا کر دوسروں پر دے مارتا ہے۔ لیکن اس پہاڑ کو کیوں نہیں دیکھتا۔ جو دوسروں نے تجھے پیسنے کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ ذلت کا دوسرا نام علم سے محرومی ہے۔ علم سے محرومی خدا کی ہستی کا انکار ہے اور یہی محرومی تجھے بغاوت سرکشی پر آمادہ کرتی ہے۔ اور جب تو اس علم سے بہرہ ور ہوتا ہے تو یہ بغاوت یہ سرکشی۔ جہاد ایسے مقدس و پاکیزہ لفظ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جیسے پیلا رنگ نیلے رنگ میں مل کر سبز بن جاتا ہے۔ لیکن تجھے طریقہ بھی تو آتا ہو تو علم سے مادی و روحانی دو فائدے اٹھا سکتا ہے لیکن دوسرے صرف اس کے ایک ہی اور وہ بھی عارضی فائدے سے مستفید ہوتے ہیں۔ روحانیت سے مادہ علیحدہ کر لیتے ہیں جو ایک سرکش گھوڑا ہے۔ جس کے لئے روحانیت ایک مضبوط لگام ہے۔ اس لئے وہ علم نقصان دیتا ہے۔ انسانوں کی انسانیت کو تباہ کرتا ہے۔ اور انسانیت کو تباہ کرنا گناہ ہے اور تم دونوں گنہگار ہو۔ علم کو استعمال کرنے والا اس لئے گنہگار ہے کہ وہ علم کو غلط استعمال کرکے اس کی توہین کرتا ہے۔ جیسے شیطان نے آدمؑ کو سجدہ نہ کرکے علم کی توہین کی تھی۔ وہ اس میں سے صرف آگ کے شعلوں کا تجزیہ کرتا ہے۔ لیکن ان شعلوں کو دھیما کرنے کے لئے اس میں سے پانی کے علم کو اخذ کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور یہ ایٹم بم۔ یہ راکٹ۔ یہ طیارے اور یہ ٹینک جو لگاتار کئی گھنٹوں تک انسانیت پر آگ برسا سکتے ہیں۔ اس علم کے غلط استعمال کے نتائج ہیں۔ جیسے وہ کھانا جس سے انسانی زندگی قائم ہے۔ غلط استعمال کرنے سے وہی موت کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ ایک ہی ہاتھ ہے۔ لیکن اس کا استعمال مختلف۔ عمل مختلف۔ پیار بھی کرتا ہے۔ مارتا بھی ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

تو اس لئے گنہگار ہے کہ کسی چیز کے اچھے برے کی تمیز کے باوجود اپنی کاہل الوجودی کے باعث نہ اس غلط علم کے استعمال کا انسداد کرتا ہے اور نہ ہی خود اس کا صحیح استعمال کرکے دوسرے کو اچھے راستے کی طرف بلاتا ہے۔ برخلاف اس کے تو خود اپنے علم سے احتراز کرکے خدا سے دوری اختیار کر لیتا ہے۔ علم خدا کا راز ہے۔ اور یہ راز پا لینا خود خدا کے قریب پہنچ جانا ہے۔ لیکن جب تو اس کے استعمال سے انکار کر دیتا ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہیئے تو اس کی اہمیت سے انکار کرتا ہے۔ اس کے پیدا کرنے والے کو جھٹلا دیتا ہے۔ اور یہی تیری تباہی کا باعث ہے۔ دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر۔ اسی لئے تو ہمہ گیر ہو کر محدود ہو رہا ہے اور جو محدود ہیں وہ ہمہ گیر ہو رہے ہیں۔ ع

آج ان ذروں کو بھی ناز اپنی تابانی پہ ہے
تیرے در کا نقش سجدہ جن کی پیشانی پہ ہے

اور یہ محدود قومیں جو اپنے آپ کو ہمہ گیر کہتی ہیں جو آسمانی علم کو توڑ مروڑ کر اپنے آگے ہمہ گیری کا پردہ لٹکانے کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ خود اپنے آسمانی علم کو جھٹلا کر حقیقتوں پر پردہ ڈالتی ہیں اور دیکھ! ہمہ گیری کا دعوےٰ رکھنے والی قوم کیا تبلیغ کرتی ہے۔ لیکن حقیقت کیا ہے۔ اگر تجھے ناگوار نہ گزرے تو بائبل میں متی کا پندرھواں باب کھول کر اس کی اکیسویں آیت سے لے کر پچیسویں آیت تک مطالعہ کر۔ "پھر یسوع وہاں سے نکل کر صور اور صیدا کے علاقہ کو روانہ ہوا۔ اور دیکھ ایک کنعانی عورت ان سرحدوں سے نکلی اور پکار کر کہنے لگی۔ اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر۔ ایک بد روح میری بیٹی کو بری طرح ستاتی ہے۔ مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا اور اس کے شاگردوں نے اس کے پاس آکر اس سے عرض کی۔ کہ اسے رخصت کر دے۔ کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔"

کیوں نام کے مسلمان! دیکھی حقیقت! دیکھا ظاہر و باطن میں کتنا فرق ہے۔ لے اب اپنے اس علم کو بھی پرکھ۔ جسے تو صرف ایک خوبصورت لگام کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا۔ تو اپنے آپ کو مسجد کی چاردیواری میں یا تو بالکل ہی محدود یا بالکل ہی آزاد تصور کرتا ہے۔ جبکہ نہ تو اس میں قید ہی ہے اور نہ ہی اس سے آزاد۔ تیری نماز۔ تیری عبادت اور تیرا علم دنیا کے ایک ایک چپے پر پڑھا اور سنا جا سکتا ہے۔ برخلاف اس کے یہ ہمہ گیر مذہب کا دعوےٰ رکھنے والے لوگ جو کلیسا کے سوا کہیں عبادت نہیں کر سکتے۔ آتش پرست کے لئے آگ لازمی ہے۔ اس کے لئے آتشکدہ چاہیئے۔ ہندو کے لئے بت لازمی ہے۔ اسے مندر چاہیئے۔ لیکن تیرا علم تیری عبادت تو ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ تیری فضیلت جو علم سے ہے۔ سب پر حاوی ہے لیکن آج کلیسا کے محدود لوگ مندروں میں بند بت اور آتشکدے میں محدود آگ تیری ہر آگ اور ہر علم پر حاوی ہے۔ وہ آگ تیرے علم کو جلا نہیں بخشتی۔ اسے جلا کر خاک کا ڈھیر کیئے جا رہی ہے اور خاک کا ڈھیر کس کام کا جو ہوا کے معمولی جھونکے سے اڑ کر دوسرے کی آنکھوں کو اندھا بنا دے۔

یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم (اے دنیا جہان کے لوگو! عبادت کرو اپنے اس پروردگار کی جس نے تم سب کو پیدا کیا) یہ ہے تیرے علم اور تیری تعلیم کا ہمہ گیر تخاطب۔

بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دو رم آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

(اقبالؒ)

ہیں ممتاز بنائے رکھا۔ عصر پرستی کا فخر حاصل کرتی رہی۔ اور جب لیپ لپاؤ اور ساز و سنگار بھی ڈھلتے ہوئے حسن کو سہارا دینے میں ناکام رہے۔ تو بچھڑی ہوئی ہڈی سے زیادہ وقعت نہ رہی۔

غیرت کا وہ پاکیزہ جذبہ جو صنف نازک کی حفاظت کے لئے ودیعت فرمایا گیا تھا۔ جب انسان نے فطرت کے اس گراں بہا عطیہ کی ناقدری کر کے اسے اپنے ہاتھوں ختم کر دیا تو پھر قدرت نے اس ناشکری کا انتقام لیا۔

آج یورپ چیخ رہا ہے۔ روس اخلاقی بے راہ روی کے عمیق غار میں پہنچ چکا ہے امریکہ دہائی دے رہا ہے۔ وہاں کے اہل فکر و نظر کہہ رہے ہیں، "مظلوم مرد" اس شتر بے مہار کی شرانگیزیوں سے پناہ لینے کے لئے انجمنیں بنانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

آئے دن گلی کوچوں میں تہذیب کی اولاد کی لاشیں پڑی ملتی ہیں۔ جن کا قصور صرف ان کے والدین کی قانون فطرت سے بغاوت ہے۔ حرامی بچوں کی پرورش کے مرکز ملکی ضروریات کے لئے ناکافی ہوتے جا رہے ہیں اشرف المخلوقات کی اولاد باوجود والدین کی موجودگی کے ان کی شکل دیکھنے اور ان کی محبت تک سے محروم کر دی گئی ہے۔ عورتوں کی کثرت اور ملکی قانون ازدواج میں خامیوں کے باعث اس جنس وافر کو دوسرے ممالک میں برآمد کرنے کے منصوبے بنانے پڑتے ہیں۔ یعنی یہ بھی زرمبادلہ کمانے کا بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے۔

رونے کا مقام ہے کہ عورت جس کی فطرت کا لازمی جزو حیا ہے۔ جس کی شرافت جس کی نسائیت کی زینت ہے۔ اپنی ان خصوصیات سے اس حد تک تہی دامن ہو چکی ہے۔ کہ حرص و ہوس اور شہوت کا پتلا مرد عدالتوں میں دہائی دیتا پھر رہا ہے کہ خدارا! مجھے ان عورتوں سے بچایا جائے۔ جو ٹولیاں بنا کر زنا بالجبر کراتی ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یہ تو مہذب دنیا کا دھندلا سا خاکہ ہے۔ اسی سے اندازہ لگا لیجئے۔ کیا یہی ترقی ہے؟ کیا یہ تقلید کے قابل ہے؟ کیا آپ بھی اس تجربہ کو دہرانا چاہتے ہیں۔ جو ان کے لئے وبال بن گیا ہے؟ کیا آپ واقعی یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے قانون کا مذاق اڑا کر آپ چین کی زندگی بسر کر سکیں گے؟ کیا پروردگار عالم کی بغاوت رنگ لائے بغیر رہے گی؟ کیا یہی تعلیم آپ کو منزل مقصود تک لے جائے گی؟ خدارا! ایک مرتبہ پھر سوچئے!!!

"حضرت امام حسین رض کا خونِ مقدس"

(از صاحبزادہ ابو الفیض محمد امیر خسرو اشرفی چشتی مانسہرہ (ہزارہ))

رجب سنہ ۶۰ھ بمطابق سنہ ۶۸۰ء میں جب امیر معاویہ رض کی وفات واقع ہوئی۔ تو کوفہ کے تمام شیعہ حضرات سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے حمد و ثنا کے بعد وفات معاویہ رض اور بیعت یزید کے مسئلہ پر بحث چھڑ گئی۔ سلیمان نے کہا کہ چونکہ حضرت امام حسین رض بیعت یزید کا انکار کر کے مکہ کو چلے گئے ہیں۔ اور تم لوگ ان کے اور ان کے باپ کے شیعہ ہو لہٰذا اگر تم ان کی مدد کر سکو۔ اور تم کو یقین ہو کہ ان کی کافی مدد اور نصرت کر سکو گے تو ایک خط لکھ کر امام موصوف کو بلا لو۔ لیکن اگر مدد اور نصرت و اعانت کے اندر ذرہ برابر بھی سستی اور کاہلی کا شبہ ہو تو ان کو فریب مت دو کیونکہ اس طرح ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ یہ سن کر تمام شیعہ احباب نے یک زبان ہو کر کہا کہ جب امام عالی مقدس حسین رض ابن علی رض ہمارے یہاں تشریف لائیں گے تو ہم سب لوگ پوری محبت اور اخلاص کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لیں گے۔ "جلاء العیون صفحہ ۴۳۴" "ناسخ التواریخ صفحہ ۱۳" و "ہیج الاحزان صفحہ ۴۹-۵۰" یہ اہل تشیع کی کتب معتبرہ ہیں۔

(امام حسین رض کی طرف دعوت نامہ: پھر سلیمان بن صرد و مسیب بن نجبہ۔ رفاعہ بن شداد۔ حبیب بن مظاہر وغیرہ کی طرف سے حضرت امام حسین رض کی طرف دعوت نامہ روانہ کیا گیا۔ جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ یہ عریضہ حسین ابن علی رض کی خدمت میں ان کے شیعوں اور فدویوں کی طرف سے روانہ کیا جا رہا ہے۔ اما بعد جلدی اپنے دوستوں اور خیر خواہوں میں پہنچ جائیے۔ اس ملک کے تمام لوگ آپ کے قدم میمنت لزوم کے منتظر ہیں۔ اور آپ کے سوا کسی کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ بدقسمتی سے اس وقت ہم لوگوں کا پیشوا نہیں ہے۔ آپ ہماری طرف توجہ فرمائیے۔ ہم آپ کے فرمانبردار شیعہ ہیں۔ اگر آپ تشریف لائیں تو ہم فوراً کوفہ پر دھاوا بول دیں گے۔ اور موجودہ حاکم کو نکال دیں گے۔ اور آپ کی اطاعت میں کمربستہ رہیں گے "جلاء العیون" شیعان اہل کوفہ کی طرف سے اس قسم کے ہزاروں خطوط آنے کے بعد تحقیق حال اور حالات کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے امام مسلم کو پہلے کوفہ روانہ کر دیا۔ اور ان سے اسی ہزار شیعوں نے بیعت کر لی "ناسخ التواریخ صفحہ ۱۳"

جب امام حسین رض کو شیعوں نے چاروں طرف گھیر لیا تو حضرت حسین رض نے فرمایا "تبا لكم ايتها الجماعة وترحا وبؤسا لكم وتعسا حين استصرختمونا فاصرخناكم موجفين فشحذتم علينا سيفا كان في ايدينا وحششتم علينا نارا اضرمنا على عدونا وعدوكم ولكنكم استسرعتم الى بيعتنا كطيرة الذباب وتداعيتم اليها كتهافت الفراش ثم نقضتموها" احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۵" ترجمہ۔ اے لوگو! تمہارے لئے ہلاکت اور بربادی ہو خدا کرے تم تباہ حال ہو جاؤ تم نے ہم کو بے چینی اور بے قراری ہو کر پکارا اور ہم آواز پر لبیک کہتے ہوئے آ گئے۔ تو تم نے ہم پر وہ تلوار تیز کی۔ جو فی الحقیقت ہمارے ہاتھوں میں تھی۔ اور تم نے وہ آگ ہم پر بھڑکائی۔ جسے ہم نے اپنے اور تمہارے دشمنوں پر بھڑکایا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تم ہماری بیعت کی طرف کدو کے کیڑے کی طرح دوڑے اور پروانہ وار اس پر گر پڑے مگر پھر غداری کی۔ اور بیعت توڑ دی۔

(قول حضرت علی رض) سيهلك في صنفان محب مفرط يذهب به الحب الى غير الحق ومبغض مفرط يذهب به البغض الى غير الحق وخير الناس فيّ حالا النمط الاوسط فالزموه والزموا السواد الاعظم فان يد الله على الجماعة واياكم والفرقة فان الشاذ من الناس للشيطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب الا من دعا الى هذا الشعار فاقتلوه ولو كان تحت عمامتي هذه" نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۲۴۰" ترجمہ حضرت علی رض نے فرمایا کہ مجھ میں دو فرقے ہلاک ہوں گے۔ (۱) جو مجھ سے حد سے گزر کر زیادہ محبت کرے۔ جو محبت حق سے اس کو غیر حق کی طرف لے جائے۔ (۲) جو مجھ سے بغض رکھے ایسا بغض جو حق سے غیر حق کی طرف لے جائے۔ اور بہتر میرے بارے میں درمیانہ لوگ ہیں۔ تم ان کی جماعت کو پکڑ لو۔ اور جماعت اعظم کو پکڑو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور تفرقہ بندی سے پرہیز رکھو۔ کیونکہ جماعت مسلمین سے جدا انسان شیطان کا حصہ ہے۔ جیسا کہ ریوڑ سے علیحدہ بکری بھیڑیئے کے لئے ہے خبردار جو کوئی تم کو تفرقہ کی طرف بلائے اسے قتل کر دو۔ اگرچہ وہ میرے اس عمامہ کے نیچے ہی کیوں نہ ہو۔ (احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۱۴۰) [illegible]
[illegible]

۱۴ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک ہی حقیقی ہے اور حقیقی وہ ہے جو اوسط ہو جو مجھ سے زیادہ بغض رکھے اور نہ ہی مجھ سے اتنی محبت کرے کہ غیر حق کی طرف چلا جائے [illegible]

"افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی"

(از جناب صالح محمد شاہ صاحب ۔ ڈاک خانہ سنجر پور ۔ (بہاولپور ڈویژن)

اینگلو پاکستانی ملا (بقول جناب حکیم شمس الدین صاحب) آج کل اپنی تمام قوت بیان و تحریر اس عنوان کی وضاحت میں صرف کر رہے ہیں ۔ کہ تیرہ صدیوں میں اگر اسلام کے صحیح خد و خال کسی کے ذہن میں نقش ہوئے ہیں ۔ تو وہ صرف ہمارا ہی طبقہ ہے ۔ اس دعویٰ کی صداقت میں یہ حضرات ایک نیا انداز فکر پیش کرتے ہیں ۔ تاکہ دین کے ہر اصول کو تہذیب جدید کے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ کیا جا سکے ۔

بیچارہ "ملا" تو تیرہ سو سال پیشتر کے اسلام میں الجھا رہا ۔ اور اسوۂ حسنہ کے پیچھے زندگی "برباد" کردی ۔ اس وجہ سے "ترقی یافتہ" ہونے اور حکمران قوم کی نوازشات سے فیضیاب ہونے سے محروم رہا ۔ اب لے دے کے صرف یہی طبقہ ایسا رہ گیا تھا ۔ جسے گورے آقاؤں نے قطرِ التفات کا مرکز اور مہربانیوں کا مستحق سمجھا ۔ اسی وجہ سے ڈھائی سو سالہ نمک حلالی کے صلہ میں ایسی ذہنیت سے مسلح فرمایا گیا جس میں مستقل وفاداری کا پیام تھا ۔ اس طرح سے اس "مظلوم" طبقہ سے وہ صلاحیت چھین لی گئی ۔ جس کے باعث کسی مسئلہ کو صحیح طور پر سوچا اور سمجھا جا سکتا ہے ۔ گویا ایسا رنگین چشمہ آنکھوں پر مسلط کر دیا گیا ۔ جس میں سے ہر چیز اپنی اصلیت کھو کر رنگین ہی دکھائی دیتی ہے ۔

تعلیم جو ترقی کا زینہ اور انسانیت کا زیور کہلانے کی حقدار ہے ۔ اور جس کا حاصل کرنا فرائض میں شامل ہے ۔ یہ بجائے ان حضرات کے لئے ترقی کی منازل طے کرنے میں معاون بننے اور صحیح طرز فکر دینے کے الٹا پاؤں کی بیڑی ثابت ہوئی ۔ دین کو تو پہلے ہی خیرباد کہہ چکے تھے ۔ دنیا نے بھی وفا نہ کی ۔ محمد عمر کے چودہ برس محنت کرنے کے بعد بھی

ہی رہے ۔ یقین نہ آئے ۔ تو ایمپلائمنٹ ایکسچینج سے اعداد و شمار فراہم فرما لیجئے ۔ مڈل پاس کرنے والوں سے ابتدا ہو گی ۔ اور میٹرک حضرات کی کثرت روزگار مہیا کرنے والوں کے لئے بھی پریشانی کا سبب بنی ہوئی ہے ۔ اور خیر سے جو بی ۔ اے تک پہنچ گیا ۔ اس نے تو گویا اپنی لٹیا ہی ڈبو دی ۔ مزدوری کر کے گھر والوں کا پیٹ پالنے کا تصور تو پہلے ہی ذہن سے رخصت ہو چکا تھا ۔ "تعلیم یافتہ" کی سند نے رہے سہے ہاتھ پاؤں بھی بیکار کر دیئے ۔ اب بیچارہ کو نہ "اپنی شان" کے مطابق ملازمت ملتی ہے ۔ اور نہ ہی کفالت کا کوئی دوسرا ذریعہ راس آتا ہے ۔ چودہ سال کی محنت اور اپنی عملی زندگی کے بارے میں قائم کردہ تصورات باطل ہوتے معلوم ہوتے ہیں ۔ تو خودکشی آسان تر ہو جاتی ہے ۔ اگر بفرضِ محال ملازمت کرنا بھی پڑے ۔ تو پہلی فکر اپنا معیار بلند کرنے اور رعب و داب قائم کرنے کی پڑ جاتی ہے ۔ چونکہ دینی تصور برائے نام ہوتا ہے ۔ اس وجہ سے تمام جائز و ناجائز ذرائع فراخدلی کے ساتھ اختیار کر کے ملک اور قوم کو "فائدہ" پہنچایا جاتا ہے ۔

یہ تو ان حضرات کا تذکرہ تھا ۔ جن کو خوش قسمت نہیں کہا جا سکتا ۔ اب لگے ہاتھوں ان خوش نصیبوں کا حال بھی سن لیجئے ۔ جن کو نمائندگی کا فخر حاصل ہوتا ہے ۔ اور جو امیدوں کے مطابق جاہ و حشم حاصل کر لیتے ہیں ۔ یہ حضرات بھی اپنے ملک اور قوم کے لئے کچھ کم فائدہ مند ثابت نہیں ہوتے ۔ احساس برتری (ترقی یافتہ تعلیم کی خصوصیت) کے ساتھ اپنے صائب الرائے ہونے کا یقین اور جی حضوریوں کی تائید ان کی ذہنی پرواز کو بلند تر کر دیتی ہے ۔ لہٰذا اپنے آپ کو ہر فن مولا سمجھنے والا یہ طبقہ کسی مشورہ یا کسی کے تجربہ سے بے نیاز ہو کر ایسی طفلانہ حرکتوں کے ساتھ میدان میں آتا ہے ۔ کہ توبہ ہی بھلی ۔ آنکھوں پر جب یورپین عینک چڑھا کر یہ حضرات اپنے مذہب پر نظر ڈالتے ہیں ۔ تو مذہب اسلام کو متمدن اور ترقی یاب کرنے کے لئے بے پناہ تبدیلیوں اور تغیرات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ۔ اپنی قوم کو قدامت پسندی اور تنگ نظری سے نکالنے کے لئے تجدید دین کا ولولہ پیدا ہوتا ہے ۔ اور یہ "مخلص رعایا" اسلامی اصولوں کو شدھ کر کے اسلام کو ترقی یافتہ مذاہب کی صف میں شمار کرانے کے لئے کوشاں رہتی ہے ۔

شادی کمیشن کی رپورٹ اور عورتوں کی ترقی کی آڑ میں اسلامی احکام کی تحریف کے لئے جو تاویلیں پیش کی جا رہی ہیں ۔ اس کے پس منظر میں کچھ اسی قسم کے خیالات کام کر رہے ہیں ۔ اینگلو پاکستانی ملاؤں نے کسی جگہ سے سن لیا ہے ۔ کہ ترقی یافتہ ممالک میں ایک سے زیادہ شادی قانوناً ممنوع ہے ۔ یہ خبر ان کے لئے حکم خداوندی سے کم درجہ نہیں رکھتی ۔ اپنی قوم پر نظر ڈالی ۔ تو اسے مذہبی رعایت سے فائدہ اٹھانے والی پا کر جہاں کثرتِ ازدواج سے ان کی گردنیں خم ہو گئیں ۔ کسی جگہ سے مذہبی حکم کی تفصیل معلوم کرائی ۔ تو انصاف کی شرط کو لازم پایا ۔ بس اسی شرط کو سامنے رکھ کر جہاد شروع کر دیا ۔

اگر حقیقت میں اس اجازت اور انصاف کی شرط پر غور کیا جائے ۔ تو معلوم ہو گا کہ اس میں بے انتہا حکمتوں کا راز پوشیدہ ہے ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ "دو بیویوں میں بے انصافی کرنے والے کا آدھا بدن قیامت کے دن گلا سڑا ہوا ہو گا" کسی خوف خدا رکھنے والے کے لئے تنبیہ کی آخری صورت قرار دی جا سکتی ہے ۔ اور اس حدیث سے حضورؐ کا منشا بھی تعیین پر نہایت واضح ہو جاتا ہے ۔

ترقی یافتہ ممالک جن کی ظاہری چمک دمک سطحی نظر رکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کئے دے رہی ہے ۔ آج اسلام کے اصولوں سے انحراف کی سزا پا رہے ہیں ۔ ان کو معلوم نہیں ہے ۔ کہ پروردگار عالم کے بنائے ہوئے قانون میں کمی بیشی خطرناک نتائج کا سبب بن جاتی ہے ۔ ترقی کے دلدادوں نے اپنی سمجھ کے مطابق یا جذبات کی رو میں بہہ کر عورت کو اس کے دائرہ عمل سے نکال کر اپنے دوش بدوش کھڑا کر دیا ہے ۔ گویا گاڑی کے دونوں پہیے ایک ہی سمت لگا دیئے ۔ اس کا نتیجہ دیکھئے گھریلو نظام چوپٹ ہو گیا ۔ ایسی نظیریں بھی ملتی ہیں کہ متمدن عورت بیک وقت آٹھ آٹھ شوہروں کی بیوی رہی ۔ اور سالہا سال تک یہ راز کسی پر ظاہر نہ ہوا ۔ ازدواجی مسائل کو سلجھانے والی خاص عدالتیں بقیہ تمام شعبوں سے زیادہ بارونق رہنے لگیں ۔ یہ مسائل حل تو کیا ہوتے الٹا شادی و طلاق کو کھیل بنا دیا گیا ۔ شوہر کے بے وقت چھینک دینے کی وجہ سے "آرام" میں خلل واقع ہونے کے باعث طلاق کے مقدمات دائر ہونے لگے ۔

عورت جس کے قدموں میں ایک باخدا شخص کے لئے رب العلمین کی رضا پوشیدہ تھی جو بحیثیت بیوی کے گھر کی مالکہ تھی ۔ بحیثیت بہن اور بیٹی کے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور گھر کی رونق تھی ۔ اس کا درجہ شمع محفل سے زیادہ نہ رہا ۔ وہ عورت جس کی عزت کی حفاظت کی خاطر ایک غیرت مند انسان کے لئے اپنی جان تک قربان کر دینا باعث فخر تھا ۔ بیسیوں سوسائٹی فرینڈز کے نرغہ میں پھنس کر رہ گئی ۔ جن کی محبت کی بنیاد خون کے رشتہ یا کسی ابدی تعلق پر نہیں بلکہ ظاہری نمود و نمائش اور حسن پہ رکھی گئی تھی ۔

بقیہ یومِ عاشورا

(ص سے آگے)

خطرہ سے نجات دینے کے لئے جان کی بازی لگا دی۔ اپنی حکومت کے لئے نہیں حق کی حکومت کیلئے ورنہ کوفہ میں اپنی حکومت قائم کرنا مشکل نہ تھا۔ شہادت خود ایک نعمت عظمےٰ ہے۔ اسلام کی بہبودی و سربلندی کے لئے حضرت امام اور اہل بیت نے حتی المقدور کوشش کی اور جام شہادت نوش کر لیا۔ زندگی جاوید جس کے لئے "لا تقولوا لہم اموات" ان کو مردہ نہ کہو خدائی حکم ہے حاصل کر لی۔ اور پھر ہم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس عظیم قربانی کا درس دے دیا۔ کہ اسلام کو ہر خطرہ سے بچانے کے لئے حضور صلی اللہ کے ہر حکم اور ہر طریق کو قائم کرنے کے لئے جانوں اور اپنی معزز جانوں تک قربان کرنے میں دریغ نہ ہونا چاہیئے۔

یزید نے اہل بیت کو شہید کیا ظلم و ستم سے شہید کیا ناحق پر تھا۔ اس کو حکومت سے برطرف ہونا ضروری تھا۔ امیر ہونے کا اہل نہ تھا۔

اور چونکہ حضرت امام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق خاص تھا۔ اس لئے یہ جرم شدید ترین جرم ہوا۔ (اس مسئلہ کی اور زیادہ تفصیل رسالہ [illegible] میں لکھ چکا ہوں جو اسی ماہ میں چھپا ہوگا)

اب ہمارے لئے دو راستے ہو گئے۔ ایک حق ایک باطل۔ ایک اسلام دوستی ایک اسلام دشمنی یعنی ایک سنت حسین اور حسینی محرم اور ایک طریقہ یزید اور یزیدی محرم اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر ہم محرم اور عاشورا کھول کر اسلام و اسلامیات کی سربلندی کے کام اور ان کے لئے حتی المقدور مال و جان کی قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ تو ہم حسینی محرم منا رہے ہیں اور اگر یزیدی حرکات اور اسلامیات کے خلاف چل رہے ہیں۔ تو کسی غیر مسلم کے دھوکہ میں آکر ہم یزیدی محرم منا رہے ہیں۔ ان مبارک ایام میں ہم لوگ جو حرکتیں کرتے اسلام اور نبی اسلام کو بدنام کر کے طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چھریاں چلا کر یزیدی طریق عمل کا ثبوت دے رہے ہیں اس کو نمبروار ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اقوام یورپ اور یہودیوں عیسائیوں کے یہاں یادگاریں منانے کا دستور ہے جس کو وہ اپنے غلط ایام میں دینی کام سمجھ رہے ہیں۔ اسلام ایسی نمود و نمائش اور ڈھونگ کو ہرگز بھی دینی کام قرار نہیں دیتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی انبیاء سابقین یا آباؤ اجداد کی کسی یادگار کی کوئی رسم قائم نہیں کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی حضور کی ولادت نبوت۔ معراج۔ فتح و ظفر کی یا خوشی یا غم کی کوئی یادگار قائم کی۔ نہ ایسی نمائشی باتیں دین کہلانے کی مقدار ہیں۔ دین کا تعلق ایک دائمی عظمت و عزت سے ہے وہ ہر وقت ہر آن رہنی چاہیئے۔ نہ کہ سال بھر میں ایک دن زندہ و منور باقی ایام میں خواب خرگوش۔

ہاں اگر کوئی بات ہے تو صرف خدا کی یاد کا ذریعہ ہے جس کا حکم قرآن مجید میں یا دوسرے طریق سے حضور کو مل گیا ہے۔ خود اپنی طرف سے کوئی بھی ایسی بات نہ حضور نے کی ہے نہ صحابہ نے نہ ائمہ مجتہدین نے نہ اولیاء اقطاب امت نے۔ اس لئے یہ تمام یادگاریں جو ہم لوگ مناتے ہیں۔ اور ان کو دین کا کام بتاتے ہیں۔ یہ غیر مسلم اثرات کو اسلام کا جامہ پہنایا ہے۔ اور اسلام دشمنی ہے۔ اور جس چیز کو خدا اور رسول نے دین نہیں قرار دیا اس کو دین قرار دینا ان

کا مقابلہ ہوا بلکہ العیاذ باللہ اور رسول کی سخت توہین ہوئی کہ یہ یہ چیزیں بھی دین بنانے کی چیزیں تھیں۔ آپ نے غلطی کی ہے کہ ان کو دین نہیں بنایا۔ لہٰذا اب ہم ان کو دین بنا کے ہیں۔ آپ کی غلطی کو درست کرتے ہیں۔ خیال تو کیجئے ان ایجادات کے اثرات کہاں تک پہنچتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کے ایمان کو بچاتے کے لئے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تاویلات کی جائیں تو ایمان کا ہی خطرہ ہے۔

(۲) اسلام بت پرستی اور بت سازی کا سخت دشمن ہے۔ جاندار کی تصویر سازی اگر مجسمہ ہے تو مکمل بت سازی اور غیر مجسمہ ہے تو نصف بت سازی ہے۔ بت پرستوں کے میل جول سے مسلمانوں کے دلوں سے اس کی برائی دفعل گئی یا کم ہو گئی۔ افسوس آج یہ ایک فن بنکر مسلمانوں پر چھایا جا رہا ہے۔ قرآن مجید کے صریح و اشارات کے احکام اور احادیث کی تفصیل سے اس کا خلاف اسلام ہونا بالکل کھلی بات ہے۔ ہر مسلمان اس کو جانتا ہے۔ چونکہ بت پرستی بغیر بت سازی کے ناممکن ہے [illegible] لئے بت سازی بھی بت پرستی کی تمہید اور پیش خیمہ و حرام ہے لیکن آج اس مبارک دن میں کیسی کیسی

بت شناختی ہوتی ہے۔ دلدل اور براق وغیرہ خود سوچئے یہ اسلام دشمنی نہیں تو کیا ہے۔

(۳) تعزیہ کیا ہے اس کی بنیاد اور اصل کیا ہے؟ یہ شہداء کربلا کے مزاروں اور قبول کی تصویر ہے اس کے ساتھ جو معاملات کئے جا رہے ہیں وہ ہر ایک الگ الگ مستقل اسلام دشمنی ہے۔

(الف) خود تعزیہ بنانا یہ گو ایک غیر جاندار کی تصویر ہے اور جانداروں کی تصویر کے حرام ہونے کے حکم میں نہیں آتی۔ لیکن ایک ناجائز چیز کی تصویر ہے کہ خود قبر پر قبہ بنانا ہی ناجائز ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے جو ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ میں بھی سب میں ہے کہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں

(ل) نھی رسول اللہ ان یجصص القبر و ان یبنی علیہ (الحدیث) جمع الفوائد صفحہ ۱۲

حضور نے اس سے منع کیا کہ قبر کو پختہ بنایا جائے اور اس سے کہ اس پر عمارت بنائی جائے۔ ایک ناجائز چیز کی نہ خود کوئی عظمت جائز نہ اس کی تصویر کی۔

(ب) پھر قبہ کی تصویر کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو اصل قبہ کے ساتھ کرنا بھی جائز ہے۔ شرعاً و عقلاً جائز نہیں ہو سکتا۔ تصویر ایک شبیہ اور ہمشکل چیز ہے کسی ہمشکل کے ساتھ اصل کا برتاؤ نہیں ہو سکتا۔ سچ کے آم

امرود اور سیب کو کوئی نہیں کھاتا نہ کھانا جائز ہے۔ باپ کے ہم شکل کو ماں کے پاس خاوند کے ہمشکل کو بیوی کے پاس آنا جائز نہیں ہو سکتا۔ یہ عقلاً ایک بے ہودہ فعل قرار پاتا ہے۔

(ج) اسی طرح حضرات شہداء کے گھوڑوں اور ہتھیاروں وغیرہ کی تصویریں مٹی یا لکڑی کی بناتے ہیں۔ گھوڑا تو جاندار ہے۔ اسمیں (ل) کا گناہ ہے اور ہتھیار وغیرہ (ب) کی طرح ہیں۔

(د) مکھیاں اڑانے کی چوری ہلاتے ہیں۔ گویا یہ مذاق کیا جا رہا ہے کہ حضرات شہداء اس کاغذی بت کے اندر موجود ہیں۔ اور ان کو مکھیاں ستا رہی ہیں۔ خون سے لت پت ہیں مکھیاں بار بار آ رہی ہیں۔

(ہ) پھر اس پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ گویا وہ حضرات اس کے اندر ہیں۔ ان کو فاتحہ خوانوں کے پڑھنے کا علم ہو رہا ہے۔ اول تو خود فاتحہ کا رائج الوقت طریقہ ہی بدعت، پھر ناجائز پر قرآن کا پڑھنا گناہ اور قرآن شریف کی بے حرمتی ہے۔

بچوں کا صفحہ

شہادت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ

از چودھری عبدالرحمن خاں صاحب

عزیز بچو! تمہیں معلوم ہے کہ یہ محرم کا مہینہ ہے۔ اس کی دسویں تاریخ جو تمام عالم اسلام میں امام حسین رضؓ کی شہادت کا دن منایا جاتا ہے۔ امام حسین رضؓ کو عراق عرب میں کربلا کے میدان میں شہید کیا گیا۔

امام حسین رضؓ حضرت فاطمہ الزہرا رضؓ کے لخت جگر اور حضورؐ کے نواسے تھے۔ آپ کی شہادت کی اطلاع حضورؐ نے بہت عرصہ پہلے ہی امت کو سنا دی تھی۔ آپؓ کو شہید کرنے والے غیر مسلم نہ تھے۔ بلکہ نام نہاد مسلمانوں ہی کے ہاتھوں آپ کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔

ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک اچھا یا صحیح دوسرا برا یا غلط۔ امام حسین رضؓ کی شہادت کا دن منانے میں بھی ہمیں دونوں ہی پہلو نظر آتے ہیں۔ اس کا صحیح پہلو تو یہ ہے کہ مسلمان باطل کے سامنے جھک جانے کی بجائے اس کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا اسلام کے لئے تن من دھن سب کچھ قربان کر دے۔ امام حسین رضؓ کی شہادت اسی لئے ہوئی اور دسویں محرم کا دن ہر سال آکر ہمیں یہی پیغام دیتا ہے۔ کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے۔ ع

کرتی رہے گی پیش شہادت حسین کی
آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

بہت کم لوگ ہوں گے جو ہر سال اس پیغام کو گوش ہوش سے سن کر اس کو لوح دل پر نقش کر کے اس پر عمل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اگر اس قسم کی ایک جماعت آج بھی مسلمانوں میں پیدا ہو جائے تو ایٹم بم - ہائیڈروجن بم - ٹینک سب ان کے مقابلہ میں فیل ہو جائیں گے۔ اگر نمرود کی آگ اللہ کے حکم سے ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں ناکام ہو سکتی ہے تو اسی اللہ کے حکم سے یہ تباہی کے آلے مسلمانوں کا بال بھی بیکا نہ کر سکیں گے۔

غلط طریقہ یہ ہے کہ سارا سال تو ہم فسق و فجور میں مبتلا رہیں۔ باطل قوتوں کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں۔ اپنے اور پرائے سب کا خون چوسیں۔ جب محرم کا چاند نظر آئے تو دس دن روئیں اور سینہ کوبی کر لیں۔ اس طریقہ سے امام حسین رضؓ کی شہادت کا دن منانے سے نہ اللہ تعالےٰ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ خود امام حسین رضؓ خوش ہوتے ہیں۔ کسی سے محبت کا اظہار اس کے نقش قدم پر چلنے سے ہو سکتا ہے۔ زبانی دعوےٰ بالکل بے معنی ہوتا ہے۔

عزیز بچو! ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ تم سب کو امام حسین رضؓ کا صحیح معنوں میں متبع بنائے۔ تاکہ جب موقعہ آئے تو تم بھی اسلام کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دے سکو! آمین یا الہ العالمین!

• • •

(ایڈیٹر عبدالمنان چوہان) (پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین اندرون شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا)